باب اُوّل:

توحید

توحید کی حقیقت:

توحید کا مادہ " وَحد " ہے اور اس کے مصادر " وَحْدًا " ، " وَحْدَةً " ، " حِدَةً " اور " وُحُوْدًا " آتے ہیں۔

توحید کا لغوی مفہوم ہے، یکتا اور تنہا جاننا اور ماننا۔ [1]

اور اس کا شرعی مفہوم ہے، اللہ کو اس کی ذات اور صفات میں یکتا و تنہا مان کر اُسی کی عبادت کرنا (کسی اور کو اُس کی صفات اُلوہیت اور عبادت میں شریک نہ ٹھہرانا۔) [2]

☆ امام طحاوی حنفی (متوفی ۳۲۱ھ) عقیدۂ توحید کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں:

((نَقُوْلُ فِيْ تَوْحِيدِ اللّٰهِ مُعْتَقِدِيْنَ بِتَوْفِيقِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، وَلَا شَيْءَ مِثْلَهُ ، وَلَا شَيْءَ يُعْجِزُهُ ، وَلَا اِلٰهَ غَيْرُهُ ، قَدِيْمٌ بِلَا اِبْتِدَاءٍ ، دَائِمٌ بِلَا اِنْتِهَاءٍ ، لَا يَفْنِيْ وَلَا يَبِيْدُ وَلَا يَكُوْنُ اِلَّا مَا يُرِيْدُ ، لَا تَبْلُغُهُ الا وَهَامُ ، وَلَا تُدْرِكُهُ الْاَفْهَامُ ، وَلَا يُشْبِهُ الْاَنَامُ ، خَالِقٌ بِلَا حَاجَةٍ رَازِقٌ بِلَا مَئُوْنَةٍ ، مُمِيْتُ بِلَا مَخَافَةٍ ، بَاعِثٌ بِلَا مُشَقَّةٍ ، مَا زَالَ بِصِفَاتِهٖ قَدِيْمًا قَبْلَ خَلْقِهٖ لَمْ يَزْدَدْ بِكَوْنِهِمْ شَيْئًا ، لَمْ يَكُنْ قَبْلَهُمْ مِنْ صِفَتِهٖ ، كَمَا كَانَ بِصِفَاتِهٖ اَزَلِيًّا ، كَذَالِكَ لَا يَزَالُ عَلَيْهَا اَبَدِيًّا ، لَيْسَ بَعْدَ الْخَلْقِ اِسْتَفَادَ اِسْمَ الْخَالِقِ ، وَلَا بِاِحْدَاثِهِ الْبَرِيَّةِ اِسْمَ الْبَارِئَ ، لَهُ مَعْنَى الرَّبُوْبِيَّةِ وَلَا مَرْبُوْبَ وَمَعْنَى الْخَلَّاقِ وَلَا

[1] المعجم الوسیط، ص: ۱۲۳۷ [2] المغنی المرید ۱/ ۱۳.

مَخْلُوْقُ ، وَ كَمَا اَنَّهُ مُحْيِ الْمَوْتٰى بَعْدَ مَا اَحْيَا اِسْتَحَقَّ هٰذَا الْاِسْمَ قَبْلَ اِحْيَاءِ هِمْ كَذٰلِكَ بِاَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ، وَكُلُّ شَيْءٍ اِلَيْهِ فَقِيْرٌ ، وَكُلُّ اَمْرٍ اِلَيْهِ يَسِيْرٌ، لَا يَحْتَاجُ اِلٰى شَيْءٍ ، لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ، وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ. خَلَقَ الْخَلْقَ بِعِلْمِهِ ، وَقَدَّرَ لَهُمْ اَقْدَارًا، وَضَرَبَ لَهُمْ اٰجَالًا لَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ قَبْلَ اَنْ يَخْلُقَهُمْ وَعَلِمَ مَا هُمْ عَامِلُوْنَ قَبْلَ اَنْ يَخْلُقُهُمْ ، وَاَمَرَهُمْ بِطَاعَتِهِ ، وَنَهَاهُمْ عَنْ مَعْصِيَتِهِ ، وَكُلُّ شَيْءٍ يَجْرِيْ بِتَقْدِيْرِهٖ ، وَمَشِيْئَتُهُ تَنْفَذُ ، لَا مَشِيْئَةَ لِلْعِبَادِ ، اِلَّا مَا شَاءَ لَهُمْ ، فَمَا شَاءَ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ، يَهْدِيْ مَنْ يَشَاءُ ، وَيَعْصِمُ وَيُعَافِيْ فَضْلًا، وَيُضِلُّ مَنْ يَشَاءَ ، وَيَخْذُلُ ، وَيَبْتَلِيْ عَدْلًا ، وَكُلُّهُمْ يَتَقَلَّبُوْنَ فِيْ مَشِيْئَتِهِ ، بَيْنَ فَضْلِهِ وَعَدْلِهٖ ، وَهُوَ مُتَعَالٍ عَنِ الْاَضْدَادِ وَلَا نُدَادِ ، لَا رَادَّ لِقَضَاءِهٖ وَلَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ، وَلَا غَالِبَ لِاَمْرِهٖ . اٰمَنَّا بِذٰلِكَ كُلِّهِ وَاَيْقَنَّا اَنَّ كُلًّا مِّنْ عِنْدِهٖ.)) [1]

’’اللہ کی توحید کے بارے میں ہم اللہ ہی کی توفیق سے کہتے ہیں اور یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ کی ذات یکتا و یگانہ ہے، اس کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں، کوئی چیز اس کی مثل نہیں، کوئی چیز اس کو کمزور اور عاجز نہیں کرسکتی، اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں، وہ قدیم ہے جس کے وجود کے لیے کوئی ابتداء نہیں، زندہ و جاوید ہے جس کے وجود کے لیے کوئی انتہا نہیں، اس کی ہستی پر فنا اور زوال نہیں آ سکتا، کچھ بھی نہیں ہوسکتا سوائے اس کے جس کا وہ ارادہ فرمالے۔ اس کی ماہیت اور کیفیت انسانی عقل کی رسائی سے بلند ہے اور انسانی فکر اس کا ادراک

---

[1] العقيدة الطحاويه للإمام الطحاوى، في ضمن شرح العقيدة الطحاويه لإبن أبي العز، طبع المكتب الإسلامى، ص: ٧٧۔١٤٩.

نہیں کرسکتی، وہ مخلوق کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں رکھتا، وہ خالق ہے بغیر کسی حاجت کے، رازق ہے بغیر کسی محنت کے، موت دینے والا ہے بغیر کسی خوف و خطر کے، دوبارہ زندہ کرنے والا ہے بغیر کسی مشقت کے، وہ مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے ہی اپنی صفات سے متصف تھا، اس نے مخلوق کے وجود سے کوئی ایسی صفت حاصل نہیں کی جو اسے پہلے سے حاصل نہ تھی، جس طرح ازل میں وہ صفات الوہیت سے متصف تھا اسی طرح ابد تک ان سے متصف رہے گا، اس نے اپنے لئے خالق اور باری کا نام مخلوقات اور کائنات کی پیدائش کے بعد حاصل نہیں کیا (بلکہ اس کا یہ نام ازلی ہے، یعنی پیدا کرنے کی قدرت ازلی اور قدیم ہے، اگرچہ بالفعل پیدا کرنا، یعنی عمل تخلیق وتکوین حادث ہے) اسے ربوبیت کی صفت اس وقت بھی حاصل تھی جب کہ کوئی پرورش لینے والا نہیں تھا، اور اسے خالق کی صفت اس وقت بھی حاصل تھی جب کہ کوئی مخلوق نہیں تھی، جس طرح وہ زندہ کرنے کے بعد مردوں کو زندہ کرنے والا کہلاتا ہے، اسی طرح وہ اس نام کا مستحق مُردوں کو زندہ کرنے سے پہلے بھی تھا (زندگی دینے کی قدرت کے اعتبار سے) اسی طرح وہ مخلوق کی ایجاد سے پہلے بھی خَلَّاق (پیدا کرنے والا یعنی خالق) کے نام کا مستحق تھا۔

وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، ہر چیز اُس کی محتاج ہے، ہر چیز اُسی کی جانب لوٹتی ہے اور وہ خود کسی کا محتاج نہیں، کوئی چیز اُس کی مثل نہیں، وہ ہر بات سنتا ہے اور ہر چیز دیکھتا ہے، اُس نے مخلوق کو اپنے علم کے مطابق پیدا کیا ہے (یعنی کائنات کی ہر چیز کا علم اُسے تخلیق سے پہلے بھی حاصل تھا) اُس نے مخلوق کے لیے ہر ضروری چیز کا اندازہ اور مقدار پہلے سے مقرر اور متعین کردی ہے، اُس نے اُن کی موت کے اوقات مقرر کردیئے ہیں۔ مخلوق کے پیدا کرنے سے قبل بھی اُس سے کوئی چیز مخفی نہیں تھی، اُسے یہ علم حاصل تھا کہ یہ لوگ پیدا ہونے کے بعد کیا کریں گے۔

اُس نے اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اپنی نافرمانی سے منع کیا ہے، ہر چیز اُس کی تقدیر اور ارادے سے نافذ ہوتی اور وجود پاتی ہے، بندوں کا ارادہ نافذ نہیں ہوسکتا، وہ ارادہ کر ہی نہیں سکتے سوائے اس کے جس کا ارادہ اُس نے اُن کے لئے کیا ہو، وہ جو چاہے ہوجاتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوسکتا، وہ ہدایت (توفیق) دیتا ہے جسے چاہے اور نافرمانی سے بچاتا اور معاف کرتا ہے جسے چاہے اپنے فضل کی بناء پر۔ اور گمراہ کرتا ہے جسے چاہے (یعنی ضدی اور سرکش کو) اور رسوا کرتا ہے اور عذاب میں گرفتار کرتا ہے جسے چاہے اپنے عدل کی بناء پر۔ سب لوگ اُس کی مشیئت کے اندر اس کے فضل اور عدل کے درمیان گردش کرتے رہتے ہیں۔ نہ کوئی اُس کا مدمقابل ہے، نہ شریک۔ اُس کی قضا کو کوئی ردّ نہیں کرسکتا اور اُس کے فیصلے کو کوئی مؤخر نہیں کرسکتا۔ اور نہ اُس کے حکم پر کسی کا حکم غالب آ سکتا ہے۔ ہم ان سب باتوں پر ایمان لا چکے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ سب کچھ اُسی کی جانب سے ہے۔''

☆ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی معروف تصنیف ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں توحید کی شرح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''توحید کے چار بنیادی اور اساسی عقیدے ہیں: (۱) واجب الوجود اور ازلی اور ابدی صرف اللہ کی ذات ہے۔ (۲) عرش، آسمانوں، زمین اور تمام جواہر کا خالق اللہ ہے۔ ان دو عقیدوں سے نہ تو مشرکین عرب نے اختلاف کیا اور نہ یہود ونصاریٰ نے۔ (۳) آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا مدبر، متصرف اور منتظم صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ (۴) عبادت اور پرستش کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ان آخری دونوں عقیدوں میں باہمی تلازم ہے اور ان دونوں عقیدوں میں بہت سے گروہوں نے اختلاف کیا ہے۔'' [1]

---

[1] حجة الله البالغة، القسم الاوّل، باب التوحيد

توحید کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ کے ہر رسول اور نبی نے اپنی دعوت کا آغاز توحید سے کیا اور اختتام بھی اسی نقطہ پر کیا، کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ اور دعوتِ انبیاء ورسل علیہم صلوات اللہ والسلام پر ایک سرسری نظر دوڑائیے گا، آپ کو صاف نظر آجائے گا کہ ہر نبی اور رسول نے اپنے کام کا آغاز اسی مسئلہ سے کیا۔ اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی اسی مسئلہ کی وصیت فرمائی۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ ﴾ (الأنبياء: ٢٥)

''اور ہم نے آپ سے قبل جو رسول بھی بھیجا، اس پر یہی وحی نازل کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لیے تم سب میری ہی عبادت کرو۔''

اُسوہ نوح علیہ السلام:

چنانچہ سیّدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم کو توحید کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ط ﴾ (هود: ٢٦)

''تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔''

اور جب ان کی وفات کا وقت آتا ہے تو اپنے بیٹے سے فرماتے ہیں:

((أُوْصِيْكَ بِقَوْلِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِنَّهَا لَوْ وُضِعَتْ فِي كِفَّةِ الْمِيْزَانِ، وَوُضِعَتِ السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ فِيْ كِفَّةٍ لَرَجَحَتْ بِهِنَّ.)) [1]

''میں تجھے ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' پر سختی سے کاربند رہنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ

---

[1] الأدب المفرد، رقم: ٥٤٨، مسند البزار، رقم: ٣٠٢٩، مجمع الزوائد ٩٢/١٠، رقم: ١٦٨١٦، الزهد لأحمد، رقم: ٢٨٢، الدر المنثور ١١٥/٤، سلسلة الصحيحة، رقم: ١٣٤.

اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی جائیں، اور " لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ "دوسرے پلڑے میں، تو " لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ " وزنی ثابت ہوگا۔"

اُسوۂ اِبراہیم علیہ السلام:

سیّدنا اِبراہیم علیہ السلام ساری زندگی وحدتِ الوہیت اور توحید الٰہی کی دنیا کو دعوت دیتے رہے اور معبودانِ باطلہ کی پرستش سے منع کرتے رہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ ﴾ (الممتحنہ: ٤)

" مسلمانو! یقیناً تمہارے لئے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم لوگ تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے بری ہیں جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو، ہم تمہارے دین کا انکار کرتے ہیں، اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض کی ابتدا ہوچکی ہے، یہاں تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان لے آؤ۔"

اور پھر آخری وقت اپنے بیٹوں کو اس مسئلہ پر ڈٹے رہنے کی تلقین فرماتے ہیں، چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ۭ ﴾ (البقرة: ١٣٢)

" اور یہی وصیت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے (اپنے بیٹوں کو) کی، کہ: اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لئے دین اسلام کو اختیار کرلیا

ہے، اس لئے جب مرو تو اسلام کی حالت میں مرو۔''

اُسوۂ یعقوب وابنائے یعقوب (علیہم السلام):

سیّدنا یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنی اولاد کے سامنے وحدت الٰہ کا تصور پیش کیا، اور جب ان کی وفات کا وقت آیا تو اس تعلیم کا امتحان کر کے انہوں نے اطمینان حاصل کرلیا کہ میرے بعد میری اولاد ایک اللہ ہی کی عبادت کرے گی، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ ﴾ (البقرۃ: ۱۳۳)

''کیا جب یعقوب کی موت قریب تھی تو تم لوگ وہاں موجود تھے؟ جب اس نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم لوگ کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم آپ اور آپ کے آباء ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود، ایک اللہ کی عبادت کریں گے، اور ہم اسی (ایک اللہ) کے اطاعت گزار ہیں۔''

اُسوۂ یوسف علیہ السلام:

اسی باپ کا فرزند سیّدنا یوسف علیہ السلام جیل کی تنگ و تاریک کوٹھریوں میں لوگوں کو دعوتِ توحید دے رہا ہے۔ فرمانِ باری ہے:

﴿ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ○ ﴾ (یوسف: ۳۸،۳۷)

''میں نے ان لوگوں کا دین وملت چھوڑ دیا ہے، جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، اور آخرت کا بھی انکار کرتے ہیں، اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق

اور یعقوب کا دین اختیار کرلیا ہے، ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک بنائیں، یہ (عقیدۂ توحید) ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا فضل ہے، لیکن اکثر لوگ اللہ کا شکر نہیں ادا کرتے ہیں۔''

یوسف علیہ السلام اپنا عقیدہ بیان کرنے کے بعد اب نہایت ہی حکمت و دانائی کے ساتھ ان کی قوم کے مشرکانہ عقیدۂ کی خرابی بیان کرنے کے لئے انہی سے سوال کرتے ہیں:

﴿ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾

(یوسف: ۳۹، ٤٠)

''اے جیل کے ساتھیو! کیا کئی مختلف معبود اچھے ہیں، یا اللہ جو ایک اور زبردست ہے، اللہ کے علاوہ جن کی تم عبادت کرتے ہو، وہ صرف نام ہیں جنھیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری ہے، ہر حکم اور ہر فیصلے کا مالک صرف اللہ ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہی صحیح دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔''

جب یوسف علیہ السلام کی وفات کا وقت آتا ہے تو عقیدۂ توحید پر مرنے کی تمنا کرتے ہیں:

﴿ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ ﴾ (یوسف: ١٠١)

''اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے! دنیا و آخرت میں تو ہی میرا یار و مددگار ہے، تو مجھے بحیثیت مسلمان دنیا سے اٹھا، اور نیک لوگوں میں شامل کرنا۔''

اُسوۂ رسول ﷺ:

پیارے پیغمبر کی جب بعثت ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز بھی توحید سے کیا، توحید کی اسی اہمیت کے پیش نظر حضور رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تیرہ سالہ مکی زندگی میں فقط مسئلہ توحید ہی واضح کیا، چنانچہ سیّدنا ربیعہ دیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے عہد جاہلیت میں دیکھا رسول اللہ ﷺ بازارِ ذوالمجاز میں فرماتے تھے:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ: قُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، تُفْلِحُوْا.)) [1]

''اے لوگو! ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کہو، کامیاب ہو جاؤ گے۔''

اور زندگی کے آخری لمحات میں آپ ﷺ نے لوگوں کو یوں توحید کی وصیت فرمائی:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ (کی وفات کے وقت) آپ کے سامنے ایک بڑا پانی کا پیالہ رکھا ہوا تھا، جس میں پانی تھا۔ آپ ﷺ اپنا ہاتھ مبارک اس برتن میں ڈالنے لگے اور پھر اس ہاتھ کو اپنے چہرے پر ملتے اور فرماتے:

((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ.))

''لوگو! موت کی بے ہوشیوں میں بھی میرا پیغام یہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

پھر آپ ﷺ اپنا ہاتھ اٹھا کر فرمانے لگے ''في الرفيق الأعلىٰ '' یہاں تک کہ آپ ﷺ کی روح مبارک قبض ہوگئی، اور آپ کا ہاتھ جھک گیا۔'' [2]

سورۂ بنی اِسرائیل کے شروع میں جہاں دین اسلام کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے، وہاں ابتداء ﴿ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ ﴾ (بنی إسرائيل: ۲۲) ''اللہ کے ساتھ کسی دوسرے

---

[1] صحیح: مسند أحمد، رقم: ۱٦۰۲۰، ۱٦۰۲۱، ۱٦۰۲۲، ۱٦۰۲۳، ۱٦۰۲٤، ۱٦۰۲٦، ۱٦۰۲۷ و ٤/ ۳٤۱، ۳٤۲، الأحاد والمثانی، رقم: ۹٦۳.

[2] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت، رقم: ٦٥۱۰.

معبود کو شریک نہ بنایئے'' سے کی گئی ہے، پھر ساری باتیں کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

﴿ ذٰلِكَ مِمَّآ أَوْحَى إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۗ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ﴾ (بنی إسرائیل: ٣٩)

''یہ سب حکمت کی وہ باتیں ہیں جو آپ کے رب نے آپ کو بذریعہ وحی عطا کی ہیں، اور آپ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو شریک نہ ٹھہرایئے۔''

جس سے ایک لطیف اِشارہ اس طرف بھی ہے کہ دین کی ابتداء بھی کلمہ توحید ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' سے اور انتہا بھی توحید پر ہے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کا معنی ومفہوم:

ذیل کی سطور میں کلمہ توحید ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کا معنی ومفہوم بیان کیا جاتا ہے، تاکہ توحید کا کامل تصور سامنے آ جائے، اور توحید کی حقیقت مزید عیاں ہو جائے، مزید برآں کلمہ طیبہ کے منفی اور مثبت دونوں پہلوؤں کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔

إِلٰهَ کے لغوی معنی:

إِلٰهَ کے معنی ہیں مَعْبُود (یعنی جس کی پرستش کی جاتی ہو)۔ اگر وہ عبادت کا مستحق ہو تو ''إِلٰهِ حَقٌ''، یعنی معبودِ برحق ہے۔ جیسے ذاتِ اِلٰہی۔ اور اگر عبادت و پرستش کا حق دار نہ ہو، تو وہی '' إِلٰهِ باطِل '' یعنی جھوٹا معبود ہے۔ جیسے مشرکین عرب کے خود ساختہ معبودان تھے۔ چنانچہ عربی لغت کی مشہور کتاب مختار الصحاح (ص:٢٦، مادہ أ، ل، ہ) میں ہے؛((أَلَهَ يَأْلَهُ إِلَاهَةً أي عَبَدَ.)) ......''معبود کی، عبادت کرتا ہے، إِلَاهَةً پوجا کرنا۔''

اور لسان العرب (١٨٩/١، مادۃ أ، ل، ہ) میں ہے کہ؛((إِلٰهُ عَلٰى فِعَالٍ بِمَعْنٰى مَفْعُوْلٍ لِاَنَّهُ مَأْلُوْهٌ أى مَعْبُوْدٌ.)) ......''إِلٰهٌ، فِعَالٌ کے وزن پر، مفعول کے معنوں میں ہے، اس لئے کہ اِلٰہ اُس کو کہا جاتا ہے جس کی پرستش کی جائے۔)

یاد رہے کہ انسان پوجا اور پرستش اُسی کی کرتا ہے جس کو وہ غیبی طاقت اور مافوق

الأسباب اختیارات کا مالک سمجھتا ہو۔ کتب لغت اور تفسیر سے پتا چلتا ہے کہ الٰہ کا اُصل مفہوم ہے" وہ ذات جس کی پناہ پکڑی جائے، جس کے ہاں سکون و اطمینان نصیب ہو، جس کی طرف انتہائی شوق و محبت کے ساتھ رجوع کیا جائے، اور جس کی طرف یوں بے قرار ہو کر توجہ کی جائے جس طرح وہ بچہ جس کا دودھ چھڑا دیا جاتا ہے اپنی ماں سے لپٹ جاتا ہے، اور وہ ذات جس کی عبادت کی جائے، اور وہ ذات جو پوشیدہ ہو۔" چند محاورات ملاحظہ ہوں:

۱۔ ((أَلِهَ يَأْلَهُ إِذَا تَحَيَّرَ لِأَنَّ الْعُقُوْلَ تَأْلَهُ فِيْ عَظَمَتِهِ.)) ❶

"أَلِهَ يَأْلَهُ، ایسے موقع پر بولا جاتا ہے، جب حیران و سرگشتہ ہو جائے، گویا کہ عقول اس کی عظمت و بڑائی معلوم کرنے میں حیران و سرگشتہ ہوگئی ہیں۔"

۲۔ ((أَلِهَ إِذَا تَحَيَّرَ لِأَنَّ الْعُقُوْلَ تَتَحَيَّرُ فِيْ مَعْرِفَتِهِ.)) ❷

"أَلِهَ ایسے موقع پر بولا جاتا ہے، جب حیران ہو جائے، گویا کہ عقول اس کی معرفت حاصل کرنے میں سرگشتہ ہوگئی ہیں۔"

۳۔ ((أَلِهَ إِذَا فَزِعَ مِنْ أَمْرٍ نَزَلَ عَلَيْهِ، وَآلَهَهُ غيره أَيْ أجاره إِذَا العَائِذُ يَفْزَعُ إِلَيْهِ وَهُوَ يُجِيْرُهُ حَقِيْقَةً أَوْ بِزَعْمِهِ.)) ❸

"آدمی کی مصیبت اور پریشانی کے نزول سے خوف زدہ اور پریشان ہوا اور دوسرے نے اُس کو پناہ دی۔ اس لیے کہ پناہ لینے والا اُس کی پناہ چاہتا ہے، اور وہ اُس کو پناہ دیتا ہے فی الحقیقت یا اُس کے زعم میں۔"

٤۔ ((أَلِهَ يَأْلَهُ إِلٰه كَذَا أَيْ لَجَأَ إِلَيْهِ لِأَنَّهُ سُبْحَانَهُ الْمَفْزَعُ الَّذِيْ يُلْجَأُ إِلَيْهِ فِيْ كُلِّ أَمْرٍ، قَالَ الشَّاعِرُ: أَلِهْتَ إِلَيْنَا وَالْحَوَادِثُ جُمَّةٌ.)) ❹

"خوف زدگی اور پریشانی کی حالت میں فلاں کے پاس اُس نے پناہ حاصل کی، اور اُس کی جانب متوجہ ہوا۔ اس لئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی وہ پناہ گاہ ہے جس کی

---

❶ لسان العرب ۱/ ۱۹۰.
❷ تفسير البيضاوي ۱/ ٦.
❸ تفسير البيضاوى ۱/ ٦.
❹ لسان العرب ۱/ ۱۹۰.

پناہ حاصل کی جاتی ہے، ہر مصیبت اور حادثے کے وقت، ایک شاعر کہتا ہے:
تم نے ہمارے ہاں پناہ حاصل کرلی ہے، اور حوادث بہت زیادہ ہیں۔''

۵۔ ((اَلِهْتُ إِلٰی فُلَانٍ أَی سَکَنْتُ إِلَیْهِ، لِأَنَّ الْقُلُوْبَ تَطْمَئِنُّ بِذِکْرِهٖ، وَالْأَرْوَاحَ تَسْکُنُ إِلٰی مَعْرِفَتِهٖ.)) ❶

''اس کی پناہ میں جا کر میں نے سکون حاصل کرلیا۔ اس لئے کہ دلوں کو اس کے ذکر سے اطمینان حاصل ہوتا ہے، اور رُوحوں کو اس کی معرفت سے سکون میسر آتا ہے۔''

٦۔ ((أَلِهَ الْفَیْصِلُ إِذَا وَلَعَ بِأُمِّهٖ، إِذَا الْعِبَادِ یُوْلَعُوْنَ بِالتَّضَرُّعِ إِلَیْهِ فِی الشَّدَائِدِ.)) ❷

''اونٹنی کا بچہ ماں کو پاتے ہی شدت شوق سے اُسے چمٹ گیا، اس لئے کہ لوگ مصائب کے وقت عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ کرتے ہیں۔''

۷۔ ((لَاهَ یَلِیْهُ لَیْهًا وَلَاهًا، إِذَا احْتَجَبَ وَارْتَفَعَ لِأَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی مَحْجُوْبٌ عَنْ إِدْرَاكِ الْأَبْصَارِ، وَمُرْتَفِعٌ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَعَمَّا لَا یَلِیْقُ بِهٖ.)) ❸

''**لَاهَ، یَلِیْهُ، لَیْهًا** اور **لَاهًا** ایسے مواقع پر بولا جاتا ہے، جب کوئی چیز پوشیدہ اور بلند ہوجائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بھی نظروں سے پوشیدہ ہے، اور اُس کی ذات ہر چیز سے بلند ہے، اور وہ ہر اُس چیز سے پاک ہے جو اُس کی شان کے لائق نہ ہو۔''

إلٰه کے اصطلاحی معنی:

ائمہ تفسیر وحدیث اور ائمہ لغت نے مذکورہ بالا محاورات کی روشنی میں اِلٰہ کا یہی مفہوم

❶ تفسیر البیضاوی ٦/١. ❷ تفسیر البیضاوی، أیضاً ا.
❸ حواله أیضًا.

متعین کیا ہے، کہ ''اِلٰہ حق، وہی ہوتا ہے جو خالق ہو، مالک ہو، حاکم ہو، رازق ہو، غیبی علم کا مالک ہو، کامل قدرت کا مالک ہو، کارساز ہو، قانون ساز ہو، اور تمام صفاتِ کاملہ کا مالک ہو۔
'' چنانچہ ابن منظور ''لسان العرب'' (۱/۱۸۹) میں رقم طراز ہیں:

((قَالَ أَبُو الْهَيْثَمِ : وَلَا يَكُونُ إِلٰهًا حَتّٰى يَكُونَ مَعْبُودًا ، وَحَتّٰى يَكُونَ لِعَابِدِهِ خَالِقًا وَرَازِقًا وَمُدَبِّرًا ، وَعَلَيْهِ مُقْتَدِرًا ، فَمَنْ لَمْ يَكُنْ فَلَيْسَ بِإِلٰهٍ ، وَإِنْ عُبِدَ ظُلْمًا بَلْ هُوَ مَخْلُوقٌ وَ مُتَعَبَّدٌ...... أَنَّ الْخَلْقَ يُؤَلِّهُونَ إِلَيْهِ فِي حَوَائِجِهِمْ ، وَيَضَرَّعُونَ إِلَيْهِ فِيمَا يُصِيبُهُمْ ، وَيَفْزَعُونَ إِلَيْهِ فِي كُلِّ مَا يَنُوبُهُمْ كَمَا يُوَلِّهُ كُلُّ طِفلٍ إِلٰى أُمِّهِ .))

'' ابو الہیثم فرماتے: اِلٰہ ہی ہوسکتا ہے جس کی عبادت کی جاتی ہو، اور پرستش و عبادت کا مستحق وہی ہوسکتا ہے جو عابد کا خالق ہو، رازق ہو، مدبر ہو اور مقتدرِ اعلیٰ ہو۔ جو یہ صفات نہ رکھتا ہو وہ الٰہ نہیں ہے، اگر چہ ظلماً اُس کی عبادت کی جاتی ہو، بلکہ وہ مخلوق ہے اور کمزور معبود بن بیٹھا ہے، جب کہ خلقت اپنی حاجات میں اس کی طرف مضطرب ہوتی ہے، اور اپنے مصائب میں اس کے سامنے گڑگڑاتی ہے، اور تمام حوادث میں جو اس پر پڑتے ہیں، اس کے پاس چلاتی ہے، جس طرح بچہ اپنی شکایات لے کر آغوشِ مادر کا رُخ کرتا ہے۔''

امام قرطبی فرماتے ہیں:

((إِنَّمَا سُمّي " اللّٰهُ " إِلٰهًا، لِأَنَّ الْخَلْقَ يَتَأَلَّهُونَ إِلَيْهِ فِي حَوائِجِهِمْ وَيَتَضَرَّعُونَ إِلَيْهِ عِنْدَ شَدَائِدِهِمْ.)) [1]

'' اللہ کو الٰہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ لوگ اپنی حاجات کے لئے اُس کی جانب متوجہ ہوتے، اور مصائب وشدائد کے وقت اس کے دربار میں فریاد و گریہ کرتے ہیں۔''

---

[1] الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ۱/ ۷۳. المعروف "تفسير قرطبي"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فَالْإِلٰهُ هُوَ الَّذِي يَأْلَهُهُ الْقَلْبُ بِكَمَالِ الْحُبِّ وَالتَّعْظِيمِ وَالْإِجْلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَالْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ.)) ❶

''اِلٰہ وہ ذات ہے کہ جس کے ساتھ دل انتہا درجے کی محبت رکھتے ہوں، انتہا درجے کی تعظیم اور اجلال و اکرام کرتے ہوں، اور انتہا درجے کا خوف و رجاء بھی اسی سے رکھتے ہوں، اور ایسے ہی تمام امور اسی سے متعلق رکھتے ہوں۔''

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((تَأْلَهُهُ الْخَلَائِقُ مَحَبَّةً وَتَعْظِيمًا وَخُضُوعًا وَفَزَعًا إِلَيْهِ فِي الْحَوَائِجِ وَالنَّوَائِبِ.)) ❷

''الٰہ سے مراد وہ ذات ہے کہ دل جس کی محبت میں بے قرار ہوتے ہوں، اسی کی جلالت شان سے مرعوب ہوں، اسی کی طرف رجوع کرتے ہوں، اسی کا اکرام و تعظیم کرتے ہوں، اسی کی طرف رجوع کرتے ہوں، اسی کا اکرام و تعظیم کرتے ہوں، اسی کے سامنے ذلت، خضوع اور خوف سے پیش آئے ہوں، اسی سے امیدیں باندھتے ہوں اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہوں۔''

الٰہ کے بارے میں قرآنی آیات:

مسئلہ الٰہ کو مزید سمجھنے کے لیے آیات قرآنی کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا، لہٰذا چند وہ آیات پیش کی جارہی ہیں جن میں اللہ کے اِلٰہ ہونے کا ذکر ہے، ان ساری کی ساری آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ حاکم تکوینی بھی اللہ ہے، اور حاکم تشریعی بھی اللہ ہے، اس لئے کہ الٰہ وہی ہوسکتا ہے جو غیبی طاقت کا مالک ہو، چنانچہ تکوینی ❸ اور تشریعی حاکم بھی وہی ہے جو غیبی طاقت کا مالک ہے۔ ﴿ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ. ﴾

---

❶ رسالة العبودية، ص ١٢ في مجموعة التوحيد، طبع دمشق سنه ١٩٦٢ء.

❷ التفسير القيم، ص: ٣٣، طبع سنه ١٩٤٩ء.

❸ پیدا کرنے والا، عالم وجود میں لانے والا۔

☆ الٰہ وہی ہوسکتا ہے جو شریعت ساز ہو۔

جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ (القصص : ۸۸)

''اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکاریئے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس کے سوا ہر چیز فنا ہوجائے گی، حکم اُسی کا ہے، اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

مذکورہ بالا آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اِلٰہ اُسے کہتے ہیں جو شریعت ساز ہو، جس کا حکم ہو۔

☆ اِلٰہ وہی ہوسکتا ہے جو خالق ہو، اور روزی رساں ہو۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴾

(فاطر : ۳)

''اے لوگو! تم اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو، کیا اللہ کے سوا اور کوئی پیدا کرنے والا ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزی پہنچاتا ہے، اس کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے، پس تمہاری عقل کیوں ماری گئی ہے۔''

مذکورہ آیت سے واضح ہوتا ہے کہ خالق اور روزی رساں ہونا اِلٰہ کے مفہوم میں شامل ہے۔

☆ اِلٰہ وہی ہوسکتا ہے جو شنوائی ❶ اور بصارت ❷ چھین سکتا ہو اور واپس دے سکتا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

❶ سننے کی طاقت (یعنی کان) ❷ بصارت یعنی آنکھیں۔

﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ○ ﴾ (الأنعام: ٤٦)

''آپ پوچھئے تمہارا کیا خیال ہے، اگر اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے لے، اور تمہارے دلوں پر مہر لگادے، تو کیا اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے جو وہ چیزیں تمہیں دوبارہ عطا کردے، آپ دیکھ لیجئے کہ ہم نشانیوں کو کس طرح مختلف انداز میں پیش کرتے ہیں، لیکن وہ پھر بھی اعراض سے ہی کام لیتے ہیں۔''

☆ اِلٰہ وہی ہوسکتا ہے جو نظام شمسی کو قائم رکھ سکتا ہو۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ○ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ ﴾ (القصص: ٧١، ٧٢)

''اے میرے نبی! آپ مشرکین سے پوچھئے، تمہارا کیا خیال ہے، اگر اللہ قیامت تک کے لئے تم پر رات کو مسلط کردے، تو اللہ کے سوا کون تمہارے لئے روشنی لے آئے گا، کیا تم سنتے نہیں ہو۔ آپ مشرکین سے پوچھئے، تمہارا کیا خیال ہے، اگر اللہ قیامت تک کے لئے تم پر دن کو مسلط کردے، تو اللہ کے سوا کون تمہارے لئے رات کو لے آئے گا، جس میں تم آرام کرتے ہو، کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔''

☆ الٰہ وہی ہوسکتا ہے جو ہر قسم کی حمد وثنا کا دنیا وآخرت میں تنہا سزا وار ہو۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ز وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ ﴾ (القصص: ٧٠)

’’اور وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے، ساری تعریفیں دنیا و آخرت میں اسی کے لیے ہیں، اور ہر جگہ اسی کی حکمرانی ہے، اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔‘‘

☆ اِلٰہ وہی ہوسکتا ہے جو متصرف ومختار اور عالم الغیب ہو۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ○ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ○ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ○ ﴾ (طٰهٰ: ۵۔۸)

’’وہ ’’نہایت مہربان‘‘ عرش پر مستوی ہے، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور جو ان دونوں کے درمیان میں ہے، اور جو کچھ مٹی میں ہے، سب اسی کا ہے، اور اگر آپ اونچی آواز سے بات کریں گے، تو وہ بے شک خفیہ بات کو جانتا ہے اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ (باتوں کو) جانتا ہے، اس اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے، اس کے بہت اچھے نام ہیں۔‘‘

☆ اِلٰہ وہی ہوسکتا ہے جو بارش نازل کرتا اور درخت اُگاتا ہو۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ○ ﴾ (النمل: ۶۰)

’’(ان کے خود ساختہ شریک بہتر ہیں) یا وہ ذات بہتر ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اور تمہارے لئے آسمان سے بارش نازل کی ہے، پس ہم نے اس کے ذریعہ بارونق اور خوشنما باغات اُگائے، جن کے درختوں کو تم نہیں اُگا سکتے تھے، کیا اللہ کے ساتھ کسی اور معبود نے بھی یہ کام کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے

کہ یہ لوگ راہِ حق سے دور ہو گئے ہیں۔''

فائدہ :......معبودانِ باطلہ کی عمومی نفی کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت مطلقہ کی مثالیں دے کر مشرکینِ مکہ سے الزامی سوال کیا ہے کہ بتاؤ یہ کس کی قدرت کا کرشمہ ہے، ان چیزوں کو کس نے پیدا کیا ہے، یہ نعمتیں کس نے دی ہیں؟ اور جب ہر سوال کا جواب تمہارے پاس سوائے اس کے کچھ نہیں کہ یہ سب اللہ کی کرشمہ سازی ہے، تو پھر تم اُسے چھوڑ کر دوسروں کو اپنا معبود کیوں بناتے ہو؟

اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ سے پہلا الزامی سوال یہ کیا کہ ان آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے، اور آسمان سے تمہارے لئے بارش کس نے نازل کی ہے؟ جس کے ذریعہ ہم نے تمہارے لئے خوبصورت باغات اُگائے ہیں، تم ان درختوں کو اُگانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ ظاہر ہے اس کے سوا کوئی جواب نہیں کہ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کے ہیں، تو پھر تم کیوں اللہ کے سوا کسی اور کی پرستش کرتے ہو؟

☆ الٰہ وہی ہوسکتا ہے جو زمین کو برقرار رکھ سکتا ہو، اور ندیاں، پہاڑ اور دریا بنا سکتا ہو، کڑوے اور میٹھے دو دریاؤں کو اکٹھے چلانا اور حد فاصل کا قائم رکھنا، یہ صفات بھی لوازم الوہیت میں سے ہیں۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾

(النمل: ٦١)

''یا وہ ذات بہتر ہے، جس نے زمین کو رہنے کی جگہ بنائی ہے، اور اس میں نہریں جاری کی ہیں، اور اس پر پہاڑ بسا دیئے ہیں، اور دو سمندروں کے درمیان ایک آڑ کھڑی کر دی ہے، کیا اللہ کے ساتھ کسی اور معبود نے بھی یہ کام کیا ہے، حقیقت

یہ ہے کہ اکثر مشرکین نادان ہیں۔''

فائدہ :...... دوسرا سوال یہ کیا کہ اس زمین کو تمہارے لئے قرار کی جگہ کس نے بنایا ہے کہ وہ اُلٹتی نہیں ہے، اور تم آرام سے اس پر زندگی گزارتے ہو، اور زمین پر نہریں کس نے جاری کی ہیں، اور اس پر پہاڑ کس نے جما دیئے، تاکہ حرکت نہ کرے، اور میٹھے اور کھارے پانی کے درمیان رکاوٹ کس نے کھڑی کی ہے، کہ وہ ایک دوسرے سے نہیں ملتے ہیں، اس کے سوا تمہارے پاس کوئی جواب نہیں کہ یہ سب اللہ کی قدرت کے کرشمے ہیں، تو پھر تم کیوں اس کے سوا کسی اور کو اپنا معبود بناتے ہو؟!

☆ اِلٰہ وہی ہوسکتا ہے جو بے کس کی غائبانہ پکار کو سنے، دستگیری کرسکتا ہو اور مصیبت ہٹا سکتا ہو۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ط ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ o ﴾ (النمل: ٦٢)

''یا وہ ذاتِ برحق بہتر ہے، جسے پریشان حال جب پکارتا ہے تو وہ اس کی پکار کا جواب دیتا ہے، اور اس کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے، اور تمہیں زمین میں جانشیں بناتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی یہ کام کرتا ہے، لوگو! تم بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔''

فائدہ :...... تیسرا سوال یہ کیا کہ جب انسان کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے، کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے، یا کسی ظالم کے ہتھے چڑھ جاتا ہے، تو وہ بے تحاشا کسے پکارتا ہے، اور کون ہے جو اس کی فریاد رسی کرتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے؟ اور کون ہے جو کچھ کو موت دیتا رہتا ہے اور ان کی نسلوں کو زمین کا وارث بناتا رہتا ہے؟ جواب معلوم ہے کہ وہ اللہ ہے۔ تو اے مشرکین مکہ! پھر کیوں تم اسے چھوڑ کر معبودانِ باطلہ کے سامنے سربسجود ہوتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

بے کس، بے بس اور مضطر کی دعا کی مناسبت سے علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الجواب الکافی'' (ص:۲۱) پر رقم طراز ہیں کہ:

''اگر دعا کرتے وقت پورے طور پر حضورِ قلب حاصل ہو، اپنی حاجت وضرورت کا شدید احساس ہو، اور ربّ العالمین کے حضور انتہائی عاجزی و انکساری اور غایت درجہ کا خشوع وخضوع حاصل ہو، اور دل پر رقت طاری ہو۔ اور اس حال میں بندہ اپنے رب کے پاکیزہ ناموں اور اعلیٰ صفات کو وسیلہ بنا کر دعا کرے، تو ایسی دعا شاید ہی ردّ کی جاتی ہے۔''

☆ اِلٰہ وہی ہوسکتا ہے جو بحر و بر کی تاریکیوں میں انسانوں کی راہنمائی کرتا اور ہواؤں کو چلاتا ہو۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًاۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○ ﴾

(النمل : ٦٣)

''یا وہ اللہ بہتر ہے جو سمندر اور خشکی کی تاریکیوں میں تمہاری رہنمائی کرتا ہے، اور جو ہواؤں کو اپنی بارانِ رحمت سے پہلے خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی یہ کام کرتا ہے، اللہ ان کے جھوٹے معبودوں سے برتر و بالا ہے۔''

فائدہ :...... چوتھا سوال یہ کیا کہ صحراء اور سمندر کی تاریکیوں میں تمہاری کون رہنمائی کرتا ہے، اور کون بارش برسانے سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے، جن سے لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اب بارش ہوگی، کون ان باتوں پر قادر ہے؟ جواب معلوم ہے کہ وہ اللہ ہے، تو پھر کیوں تم لوگ اس کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہو، اللہ تمہارے ان جھوٹے معبودوں سے بہت ہی برتر و بالا ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کے اِلٰہ واحد ہونے کا ذکر (۱۲۲) آیات میں ہوا ہے، مسئلہ الوہیت کومزید سمجھنے کے لئے ان آیات کا مطالعہ ضروری ہے۔

توحید سلبی ...... لَا اِلٰهَ:

گزشتہ سطور میں دعوتِ انبیاء کا جومختصر خاکہ پیش کیا گیا ہے، اُس میں قدرِ مشترک کلمہ " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ " ہے، یہ چھوٹا سا جملہ ایجاب وسلب اور نفی اور اثبات پر مشتمل ہے، نفی " لَا اِلٰهَ " ہے اور اثبات " اِلَّا اللّٰهُ "، جس کا لفظی ترجمہ یوں ہوگا "نہیں کوئی اِلٰہ سوائے اللہ کے"

کلمہ توحید میں نفی اس لیے مقدم ہے تا کہ واضح ہو جائے کہ اللہ کو اِلٰہ ماننے سے قبل غیر اللہ کی الٰہیت کا کلی طور پر انکار ضروری ہے۔ یعنی جو کچھ پہلے ذہن میں موجود ہے، اسے بھلا دینا ہوگا، بلکہ مٹا دینا ہوگا۔ جب زمین یوں صاف ہو جائے تو پھر اس پر ایک نئی تعمیر ہوگی۔ جب تک مکان خالی نہیں ہوتا نیا مکین آ کرنہیں بستا۔

کلمہ طیبہ کے اس منفی جزء میں ان تمام صفات کی غیر اللہ سے نفی لازم آئے گی جو مفہوم اِلٰہ میں شامل ہوں۔

توحید اِیجابی ...... اِلَّا اللّٰهُ:

ایجاب وسلب کے اعتبار سے مستثنیٰ کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں۔ چنانچہ کلام سابق اگر مثبت ہوتو مستثنیٰ سے حکم منفی ہوگا، جیسا کہ " جَاءَ نِیْ الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا " میں زید مجیئت (آنے) کے حکم سے خارج ہے، اور اگر کلام سابق منفی ہو، تو صفت منفی مستثنیٰ کے ساتھ خاص ہو جاتی ہے، جیسا کہ " مَا جَاءَ نِیْ أَحَدٌ اِلَّا زَیْدٌ " میں آنے کا حکم زید کے ساتھ خاص ہے۔ اسی طرح کلمہ طیبہ کے سلبی حصہ میں اُلوہیت غیر کے ضمن میں جن صفات کی غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے وہ تمام صفات اللہ کی ذات کے ساتھ مختص ہیں۔ " اِلَّا اللّٰهُ " کہنے سے مقصود فقط اللہ کی ذات کا اقرار نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کاملہ کا اقرار مقصود ہے، جس سے لازم آئے گا کہ خالق اللہ ہے، مخلوقات پر حاکم وہی ہے، بندوں کی تمام عبادتوں اور نیاز مندیوں کا

مستحق وہ ہے، جس نے اُن کو پیدا کیا ہے۔ مخلوقات کا نفع ونقصان، مارنا جلانا، عزت و ذلت، صحت و بیماری سب اسی کے اختیار میں ہے ہر ایک کی فریاد رسی کرنے والا وہی ہے، کیونکہ وہ عالم الغیب ہے، اور ہر ایک مصیبت زدہ، دردمند کی مشکل کو حل وہی کرتا ہے، کیونکہ ہر ایک کی پکار کو غائبانہ سنتا ہے۔

یہ ہیں توحید کے ایجابی اصول وارکان جن کی توضیح قرآنِ مجید کی روشنی میں ذیل کی سطور میں کی گئی ہے، چنانچہ:

☆ زمین وآسمان میں بادشاہت اللہ کی ہے:

زمین وآسمان میں بادشاہت صرف ایک اللہ کی ہے، اس کی بادشاہت میں کوئی دوسرا شریک نہیں، جن ہستیوں کو مصالح عباد کا متولی جان کر اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے، ان بیچاروں کا خود اپنا وجود بھی اپنے گھر کا نہیں، نہ تو وہ ایک ذرّہ کے پیدا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں، نہ مارنا، جلانا ان کے قبضہ میں ہے، نہ اپنے اختیار سے کسی کو ادنیٰ ترین نفع، نقصان پہنچا سکتے ہیں، بلکہ خود اپنی ذات کے لئے بھی ذرہ بھر فائدہ حاصل کرنے اور نقصان سے محفوظ رہنے کی قدرت اور طاقت نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ ط ﴾ (یوسف: ٤٠)

''اس اللہ کے سوائے کسی کی حکومت نہیں۔''

اور سورۃ الملک میں فرمایا:

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ o نِالَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ o الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ط مَا تَرٰى فِىْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ o ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ o ﴾ (الملك: ١-٤)

''بے حساب برکتوں والا ہے وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں (سارے جہاں کی)

بادشاہی ہے، اور وہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے، جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا ہے، تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہے، اور وہ زبردست، بڑا معاف کرنے والا ہے، جس نے اوپر تلے آسمان بنائے ہیں، آپ رحمٰن کی تخلیق میں کوئی بے ضابطگی نہ دیکھیں گے، آپ نظر ڈال لیجئے، کیا آپ کو کوئی شگاف نظر آتا ہے، پھر آپ بار بار نظر ڈال لیجئے، وہ عاجز ہو کر آپ کی طرف تھکی ہوئی واپس آ جائے گی۔''

☆متصرف فی الامور اللہ ہے:

زمین و آسمان کو پیدا کرنے کے بعد ان پر کامل قبضہ و اقتدار اور ہر قسم کے مالکانہ اور شہنشاہانہ تصرفات کا حق صرف اسی کو حاصل ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ يُغۡشِى الَّيۡلَ النَّهَارَ يَطۡلُبُهٗ حَثِيۡثًا ۙ وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ وَالنُّجُوۡمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمۡرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الۡخَلۡقُ وَالۡاَمۡرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ ﴾ (الاعراف: ٥٤)

''بے شک آپ کا رب وہ اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہوگیا، وہ رات کے ذریعہ دن کو ڈھانک دیتا ہے، رات تیزی کے ساتھ اس کی طلب میں رہتی ہے، اور اس نے سورج اور چاند اور ستاروں کو پیدا کیا، یہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں، آگاہ رہو کہ وہی سب کا پیدا کرنے والا ہے اور اسی کا حکم ہر جگہ نافذ ہے، اللہ ربّ العالمین کی ذات بہت ہی بابرکت ہے۔''

☆کائنات میں مختار کل اللہ ہے:

اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور مختار کل بھی آپ ہی ہے، اس کی پیدا کردہ

مخلوق میں سے کسی غیر کو مختار سمجھنا شرک ہے۔ تخلیق وتشریع کا اس نے کسی کو اختیار نہیں دیا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ ﴾ (القصص: ٦٨)

''اور آپ کا رب جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور جسے چاہتا ہے (اپنی رسالت کے لئے) چن لیتا ہے، ان مشرکین کو کوئی اختیار نہیں (کہ وہ ہمارے شریک چنیں) اللہ تمام عیوب سے پاک اور مشرکوں کے شرک سے بلند و بالا ہے۔''

فائدہ:...... اس آیت کریمہ میں بندوں کے خلق واختیار کی نفی کی گئی ہے، کہ نہ وہ کسی کو پیدا کر سکتے ہیں، اور نہ انہیں یہ اختیار حاصل ہے کہ اللہ کا نبی بننے کے لیے وہ جسے چاہیں اختیار کریں، اور جس کا چاہیں انکار کردیں، بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے اپنا نبی بناتا ہے، اور نہ بندوں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جس چیز کی چاہیں عبادت کریں اور جیسے چاہیں عبادت کریں، یہ حق اللہ خالق کائنات کا ہے کہ وہ صرف اپنی بندگی کا حکم دیتا ہے، شرک سے منع کرتا ہے، اور اپنی بندگی کا مشروع طریقہ بناتا ہے، بندوں کا کام صرف اطاعت و بندگی ہے، اسی لئے آیت کے آخر میں کہا گیا ہے کہ ''اللہ کی ذات مشرکوں کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔''

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کی تردید میں نازل ہوئی تھی، جب اس نے کہا تھا کہ دونوں بستی والوں میں سے کسی بڑے آدمی کو کیوں نہ اللہ نے اپنا نبی بنایا۔ نیز عام مشرکوں کی تردید میں نازل ہوئی تھی، جنہوں نے اپنی مرضی سے اللہ کے لئے شریک بنالئے اور گمان کر بیٹھے کہ یہ معبودانِ باطلہ قیامت کے دن سفارشی بنیں گے۔ [1]

☆ تمام خزانے اللہ کے اختیار میں ہیں:

ہر چیز کے وافر خزانوں پر اسی کو اختیار حاصل ہے کہ جس خزانہ میں سے جس کو جتنا چاہے عطا کرے اور آپ ہی روزی کا تقسیم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[1] اسباب النزول للواحدی، ص: ١٨٩.

﴿ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝ ﴾

(الحجر : ۲۱)

''اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں، اور اُسے ہم ایک معین مقدار میں ہی اتارتے ہیں۔''

☆مصالح عباد کا متولی اللہ ہے:

حکومت وسلطنت، عزت و ذلت اور ہر قسم کے تصرفات کی زمام اکیلے اللہ مالک العلاّم کے ہاتھ میں ہے۔ ملک جس کو چاہے دے، اور جس سے چاہے سلب کر لے، کبھی رات کو گھٹا کر دن کو بڑھا دیتا ہے، کبھی اس کا عکس کرتا ہے، بیضہ کو مرغی سے، مرغی کو بیضہ سے، آدمی کو نطفہ سے اور نطفہ کو آدمی سے، جاہل کو عالم سے، عالم کو جاہل سے، کامل کو ناقص سے اور ناقص کو کامل سے نکالنا اسی کا کام ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ تُوْلِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ ﴾ (اٰل عمران : ۲۶، ۲۷)

''آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے اللہ! حقیقی بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہتا ہے بادشاہی عطا کرتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے ذلیل بنادیتا ہے، تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر بڑا قادر ہے، تو رات کو دن میں، اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور زندہ کو مردہ سے، اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، اور تو جسے چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے۔''

اور سورۃ الشوریٰ (الآیۃ: ۴۹۔۵۰) میں فرمایا:

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ٥ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ٥ ﴾ (الشوریٰ: ٤٩، ٥٠)

''آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اللہ کے لئے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے، یا انہیں لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے، وہ بے شک بڑا جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے۔''

☆ عالم الغیب فقط اللہ ہے:

قرآنِ مجید میں بار بار اس عقیدہ کی تکرار کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو علم الغیب نہیں ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ ط ﴾

(النمل: ٦٥)

''آپ کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوقات ہیں، ان میں سے کوئی بھی اللہ کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتا ہے۔''

اور سورۃ الانعام میں فرمایا:

﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ط وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ٥ ﴾ (الانعام: ٥٩)

''اور غیب کے خزانے اُسی کے پاس ہیں، اس کے علاوہ اُنہیں کوئی نہیں جانتا، وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کی خبر رکھتا ہے، اگر ایک پتہ بھی گرتا ہے تو وہ اسے جانتا ہے، اور اگر ایک دانا بھی زمین کی تاریکیوں میں گرتا ہے، اور کوئی بھی تازہ اور

کوئی بھی خشک، تو وہ اللہ کی روشن کتاب میں موجود ہے۔''

فائدہ :...... اللہ تعالیٰ نے غیبی اُمور کو اُن قیمتی اور اہم اشیاء سے تشبیہ دی ہے جنہیں صندوقوں میں بند کر کے غایت احتیاط کے طور پر تالا ڈال دیا جاتا ہے، ان غیبی اُمور کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

بعض مشاہدات کا ذکر کر کے مزید تاکید فرمائی کہ تمام غیبی اُمور کا علم صرف اللہ کو ہے، چنانچہ فرمایا کہ بر و بحر میں جو کچھ ہے اس کا علم صرف اللہ کو ہے، اور اس حقیقت کے بیان میں مزید مبالغہ کے طور پر کائنات کی ان گنت جزئیات کے بارے میں فرمایا کہ ان سب کا علم صرف اللہ کو ہے۔

صاحب ''فتح البیان'' نے لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ سے کاہنوں، نجومیوں اور غیب کی باتیں بتانے والوں کی تردید ہوتی ہے، جو کشف والہام کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں، سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ أَتَى كَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ.)) [1]

''جو کسی کاہن یا نجومی کے پاس گیا، اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتاری گئی کتاب کا انکار کر دیا۔'' [2]

فائدہ :...... انبیاء علیہم السلام کو جو علم دیا گیا وہ تعلیمی اور اطلاعی ہے۔ اس لئے قرآنِ مجید میں اس پر اطلاع اور اظہار کا لفظ اطلاق کیا گیا ہے، کس آیت میں یوں نہیں فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر یا ولی یا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کی صفت سے متصف فرمایا ہے، اور اطلاع کے بعد ''غیب'' غیب نہیں رہتا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبریں امت کو بھی بتائی ہیں، تو کیا ساری اُمت عالم الغیب بن گئی؟

---

[1] مسند أحمد ۲/ ٤٢٩، رقم: ٩٥٣٦، مستدرك حاكم ١/ ٨١، اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے، مزید برآں علامہ البانی نے بھی ارواء الغلیل ٦٩/٧ میں اسے صحیح کہا ہے۔
[2] فتح البیان ٢/ ٣٨٢.

☆علم غیب کی تعریف:

علم غیب کی تعریف یہ ہے کہ خود بخود بلا واسطہ اور بغیر کسی ذریعہ کے حاصل ہو، اور وہ ''بعض'' نہ ہو، ''کل'' ہو، یہ صفت خاصہ ذاتِ الٰہی ہے، اس لئے انبیاء کرام کو غیب سے مطلع کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ''عالم الغیب'' کا لقب اپنے لئے مخصوص رکھا ہے، کسی نبی کے لئے استعمال نہیں کیا، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ایک مرید نے سلسلۂ گفتگو میں کہا؛

((لَقَدْ أُعْطِيتَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عِلْمَ الغَيْبِ.))

''اے اُمیر المؤمنین! یقیناً آپ کو علم غیب دیا گیا ہے۔''

جواب میں آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

((يا أَخَا كَلْبٍ، لَيْسَ هُوَ بِعِلْمِ غَيْبٍ، وَإِنَّمَا هُوَ تَعَلُّمٌ مِنْ ذِيْ عِلْمٍ.))

''اے کلبی آدمی! یہ علم غیب نہیں ہے، بلکہ صاحب علم سے سیکھا ہوا علم ہے۔''

پھر آپ نے سورۃ لقمان کی آخری آیت پڑھی:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ ﴾ (لقمان: ٣٤)

''بے شک اللہ کو ہی قیامت کا علم ہے، اور وہی بارش برساتا ہے، اور وہی جانتا ہے اُسے جو ماں کے رحم میں ہوتا ہے، اور کوئی آدمی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، اور نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ زمین کے کس خطے میں اس کی موت واقع ہوگی، بے شک اللہ بڑا جاننے والا، بڑا باخبر ہے۔''

اور مفاتیح الغیب کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

((فَهٰذَا عِلْمُ الْغَيْبِ الَّذِيْ لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ إِلَّا اللّٰهُ وَمَا سِوَى ذٰلِكَ فَعِلْمٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ نَبِيَّهُ.)) [1]

---

[1] تفصیل دیکھئے: نهج البلاغه، ص: ١٨٦، طبعه منشورات دار الهجرة، ايران، قم اصول كافی ١/ ٢٥٧، بصائر الدرجات، ص ٢١٣ جزء خامس.

”پس یہ ہے علم غیب جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور علم غیب کے علاوہ جس قدر بھی ہے وہ مطلق علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو سکھایا اور انہوں نے ہمیں بتایا۔“

☆علم حصولی بذریعہ وحی الٰہی:

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو علم غیب دینے کا ارادہ بھی نہیں کرسکتا، البتہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ وحی بعض غیبی امور پر مطلع کیا جاتا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا o اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا o ﴾

(الجن: ۲۶، ۲۷)

”(وہی) غیب (کی باتیں) جاننے والا ہے، اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا، (ہاں) جس کو پیغمبروں میں سے پسند فرمائے تو اس کو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے۔“

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ماضی کے ہزاروں واقعات اس طرح بیان فرمائے ہیں، گویا کہ آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، اسی طرح مستقبل کے بارے میں سینکڑوں پیشگوئیاں کی ہیں، جو حرف بحرف پوری ہوئیں، ہو رہی ہیں اور ہو کر رہیں گی، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ علم آپ کو کس ذریعے سے حاصل ہوا۔ آیا ہر زمانے میں آپ حاضر و ناظر تھے؟ اگر نہیں، اور واقعی نہیں، تو کیا مشاہدہ کرنے والوں سے آپ نے سن پایا؟ اگر یہ بھی نہیں تو کیا تعلیم و تعلم اور مطالعہ کتب کے ذریعے آپ نے معلومات حاصل کرلیں؟ نہیں نہیں! قرآنِ پاک ان تمام ذرائع علم کی آپ کی ذات سے نفی کرتا ہے، اور باقی صرف ایک ہی ذریعہ معلومات رہ جاتا ہے یعنی وحی نبوت اور الہام، سو آپ کو جس قدر علم حاصل ہوا، اسی کے ذریعے سے حاصل ہوا، اور یہی آپ کی صداقت کی سب سے بڑی علامت اور نشانی ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنتَ مِنَ الشّٰهِدِينَ ۝ ﴾ (القصص : ٤٤)

''اور آپ کوہِ طور کے مغربی جانب اس وقت موجود نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ کو اپنی شریعت دی، اور نہ آپ نے اس کا مشاہدہ کیا۔''

﴿ وَمَا كُنتَ ثَاوِيًا فِيٓ أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ۝ وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ إِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ ﴾

(القصص : ٤٥،٤٦)

''اور نہ آپ اہل مدین کے درمیان پائے گئے انہیں ہماری آیتیں سنانے کے لئے، لیکن ہم نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا، اور آپ کوہ طور کے دامن میں اس وقت موجود نہ تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) آواز دی تھی، لیکن آپ اپنے رب کی جانب سے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں تا کہ آپ ایک ایسی قوم کو ڈرائیں جس کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

اور سورۃ العنکبوت میں فرمایا:

﴿ وَمَا كُنتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهُ بِيَمِيْنِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ ﴾ (العنکبوت : ٤٨)

''اور آپ پہلے سے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے، اور نہ آپ ہاتھ سے اسے لکھتے تھے، ورنہ باطل پرست لوگ شبہ کرتے۔''

مفسر أبو السعو درقم طراز ہیں:

((اَلْوَقُوْفُ عَلٰى مَا فَصَّلَ مِنَ الْأَحْوَالِ لَا يَتَسَنّٰى إِلَّا بِالْمُشَاهَدَةِ أَوِ التَّعَلُّمِ وَحَيْثُ انْتَفٰى كِلَاهُمَا تَبَيَّنَ أَنَّهُ يُوْحٰى مِنْ عَلَّامِ

الْغُيُوْبِ.)) [1]

"(یعنی) آپ ﷺ نے جو گزشتہ امم کے احوال بیان کئے ہیں ان کا علم سوائے مشاہدہ یا تعلیمی ذریعہ کے ممکن نہیں، لہٰذا جہاں ان دونوں کی نفی کی گئی ہے، وہاں یہ اَمر خود بخود واضح ہوجاتا ہے کہ عالم الغیب کی طرف سے آپ کو بذریعہ وحی اطلاع دی جاتی ہے۔"

مگر یہ علم غیب نہیں، علم حصولی ہے، جو حادث بھی ہے اور محدود بھی، حادث اس لئے کہ وحی کے پہلے آپ کو یہ علم نہ تھا، اور محدود اس لئے کہ کئی چیزوں کا علم آپ کو وحی کے ذریعے بھی نہیں دیا گیا، دلیل کے طور پر فرمانِ باری تعالیٰ یاد رہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ ﴾ (لقمان: ٣٤)

"اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے، وہی بارش برساتا ہے اور وہی (حاملہ کے) پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے۔ نیز کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا؟ نہ ہی کوئی نفس یہ جانتا ہے کہ کس سرزمین میں اسے موت آئے گی؟ بے شک اللہ ہی جاننے والا، خبر رکھنے والا ہے۔"

جب کہ حدیث شریف میں ہے، نبی اکرم ﷺ سے جب قیامت کے بارے میں پوچھا گیا کہ کب آئے گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((فِيْ خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ.)) [2]

"یعنی قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے، جنہیں اللہ ربّ العزت کے سوا دوسرا کوئی نہیں جانتا۔"

---

[1] تفسیر أبی السعود.

[2] صحیح بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی صلی اللہ علیه وسلم، رقم: ٥٠، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الإیمان والإسلام والإحسان، رقم: ٩٩.

پھر آپ ﷺ نے یہی (مذکورہ بالا) آیت پڑھی۔

گویا قرآنِ و حدیث دونوں نے یہ بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان چیزوں کا علم کسی کو نہیں۔

عاقل را اشارہ کافی است ، ورنہ اس موضوع پر اس قدر لکھا جا سکتا ہے کہ ایک پوری کتاب تیار ہو جائے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆ پکار کا مستحق فقط اللہ ہے:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ ط ﴾ (الرعد: ۱٤)

''صرف اسی کو پکارنا حق ہے۔''

اور جن معبودانِ باطلہ کو اللہ کے سوا پکارا جاتا ہے، وہ کوئی حاجت پوری نہیں کر سکتے، حاجت روائی تو کیا کرتے وہ کسی کی پکار کو سنتے بھی نہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ؘ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَ كُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ط ﴾

(فاطر: ۱۳، ۱٤)

''اور اس کے سوا جنہیں تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کی جھلی کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اگر تم انہیں پکارو گے تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے، اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو وہ تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے۔''

بلکہ قیامت کے دن ان مشرکانہ حرکات سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور بجائے مددگار بننے کے دشمن ثابت ہوں گے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ملاحظہ ہو:

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غٰفِلُوْنَ ؘ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ

اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ○ ﴾ (الأحقاف : ٥،٦)

''اور اس آدمی سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے بجائے اُن معبودوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکار کو نہ سن سکیں گے، اور بلکہ وہ اُن کی فریاد و پکار سے یکسر غافل ہیں۔ اور جب لوگ میدانِ محشر میں لائے جائیں گے تو وہ معبود اُن کے دشمن ہو جائیں گے، اور اُن کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔''

اور سورۃ یونس (الآیۃ: ۲۹) میں آتا ہے کہ وہ یوں کہیں گے:

﴿ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ○ ﴾

''پس ہمارے اور تمہارے درمیان گواہ کی حیثیت سے اللہ کافی ہے، ہم تمہاری عبادت یعنی پکار سے بالکل ہی بے خبر تھے۔''

اس آیت پر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: ''جتنے مشرک ہیں اپنے خیال کو پوجتے ہیں یا شیطان کو، اور نام کرتے ہیں نیکوں کا، وہ اس کام سے بیزار ہیں، آخرت میں معلوم ہوگا۔''

☆ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے:

کتاب و سنت، قرآن و حدیث کی نصوص صریحہ سے یہ ثابت اور واضح ہوتا ہے کہ عبادت صرف ایک اللہ کا حق ہے، اللہ ربّ العزت کے علاوہ ہر کسی کی عبادت ممنوع و حرام، کفر اور شرک ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ ﴾ (البقرة : ٢١،٢٢)

''اے لوگو، اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا، اور ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے گزر گئے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ، جس نے زمین کو

تمہارے لیے فرش اور آسمان کو چھت بنایا، اور آسمان سے پانی اُتارا جس کے ذریعہ اس نے مختلف قسم کے پھل نکالے تمہارے لیے روزی کے طور پر، پس تم اللہ کا شریک اور مقابل نہ ٹھہراؤ، حالانکہ تم جانتے ہو۔ (کہ اس کا کوئی مقابل نہیں)''

اب عبادت کا معنی و مفہوم، عبادت کی حقیقت اور اس کی انواع واقسام پر تفصیل مگر اختصار سے بحث ملاحظہ ہو۔

عبادت کی تعریف:

عبادت کے معنی ہیں بندگی، پرستش، بدرجہ غائت تذلل و عاجزی اور انتہائی تعظیم و اطاعت۔ چنانچہ؛

١۔ امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

'' ''**العُبُودِيَّة** '' کے معنی ہیں کسی کے سامنے عاجزی اور انکساری ظاہر کرنا، مگر ''العبادۃ'' کا لفظ انتہائی درجہ کی ذلت اور انکساری ظاہر کرنے پر بولا جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ معنوی اعتبار سے لفظ'' العبادۃ''، ''العبودیّۃ'' سے زیادہ بلیغ ہے، لہٰذا عبادت کی مستحق بھی وہی ذات ہوسکتی ہے جو بے حد صاحب فضل و انعام ہو، اور ایسی ذات صرف ذاتِ الٰہی ہی ہے، اسی لیے فرمایا: ((أَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ.)) کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔'' [1]

٢۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:

((إِنَّ الْعِبَادَةَ عِبَارَةٌ عَنْ نِهَايَةِ التَّعْظِيمِ وَهِيَ لَا تَلِيْقُ إِلَّا بِمَنْ صَدَرَ عَنْهُ غَايَةُ الْإِنْعَامِ.)) [2]

''عبادت کے معنی ہیں انتہائی تعظیم، اور عبادت اُسی ذات کے لائق ہے جس کے

---

[1] مفردات القرآن، معنی '' العبادۃ''.

[2] تفسیر کبیر ١/ ٢٤٢، تفسیر '' إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ''.

انعام بے حد و نہایت ہوں۔''

ایک اور مقام پر رقم طراز ہیں:

((إِنَّ الْعِبَادَةَ اَعْظَمُ اَنْوَاعِ التَّعْظِيْمِ فَهِيَ لَا تَلِيْقُ إِلَّا بِمَنْ صَدَرَ عَنْهُ اَعْظَمُ اَنْوَاعِ الْاِنْعَامِ وَذٰلِكَ لَيْسَ إِلَّا الْحَيٰوةَ وَالْعَقْلَ وَالْقُدْرَةَ وَمَصَالِحَ الْمَعَاشِ وَالْمَعَادِ ، فَإِذَا كَانَتِ الْمَنَافِعُ وَالْمَضَارُ كُلُّهَا مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى وَجَبَ أَنْ لَا تَلِيْقَ الْعِبَادَةُ إِلَّا بِاللّٰهِ سُبْحَانَهُ.)) ❶

''یقیناً عبادت تعظیم کی انواع واقسام سے اعظم واعلیٰ نوع وقسم ہے، لہٰذا یہ سوائے اس ذات کے جس کے انعامات کی تمام انواع واقسام سے اعظم واعلیٰ ہوں کسی کو لائق نہیں اور اعظم انعامات زندگی، عقل، طاقت دنیا اور آخرت کے مصالح ہیں، پس جب ہر قسم کا نفع ونقصان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اختیار میں ہے تو واجب ہے کہ اس ذات سبحانہ وتعالیٰ کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں۔''

تو امام رازی رحمہ اللہ عبادت کو نهاية التعظيم اور اعظم انواع التعظيم قرار دیتے ہیں، اسی تفسیر کبیر میں عبادت کو اطاعت قرار دیتے ہوئے ایک نہایت ہی عجیب ونفیس بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((قوله: " لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ " مَعْنَاهُ لَا تُطِيْعُوهُ بِدَلِيْلِ أَنَ الْمَنْهِيَّ عَنْهُ لَيْسَ هُوَ السُّجُوْدُ لَهُ فَحَسْبُ ، بَلِ الْاِنْقِيَادُ لِأَمْرِهِ وَالطَّاعَةُ لَهُ فَالطَّاعَةُ عِبَادَةٌ.))

''اللہ تعالیٰ کے کلام " لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ " کے معنی ہیں'' تم شیطان کی اطاعت نہ کرو'' اس دلیل کی بنیاد پر کہ شیطان کو محض سجدہ کرنا ہی ممنوع نہیں بلکہ اس کے حکم کی متابعت اور اس کی اطاعت بھی منع ہے، پس اطاعت عبادت ہے۔''

ایک اعتراض:......سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان: ﴿ اَطِيْعُوا

❶ تفسیر کبیر ۱۷/ ۵۹، تفسیر الآیۃ " ويعبدون من دون اللّٰه ما لا يضرهم ......

اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ میں ہمیں امراء کی اطاعت کا حکم دیا ہے تو کیا ہم کو امراء کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب :......(امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ)؛

((طَاعَتُهُمْ إِذَا كَانَتْ بِأَمْرِ اللّٰهِ لَا تَكُوْنُ إِلَّا عِبَادَةُ اللّٰهِ وَطَاعَةٌ لَهُ.))

''ان (امراء یعنی حکام) کی اطاعت جب اللہ کے حکم سے ہو تو وہ اللہ ہی کی عبادت اور اللہ ہی کی اطاعت ہوگی۔''

اور یہ اطاعت کیسے اللہ کی اطاعت نہ ہوگی، جب کہ غیر اللہ کو سجدہ اور رکوع تک بھی اللہ کے حکم سے ہو تو اللہ ہی کی عبادت ہوگی، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ملائکہ نے آدم علیہ السلام کا سجدہ (جب اللہ کے حکم سے) کیا اور یہ اللہ ہی کی عبادت تھی۔

((وَإِنَّمَا عِبَادَةُ الْأُمَرَاءِ هُوَ طَاعَتُهُمْ فِيْمَا لَمْ يَأْذَنِ اللّٰهُ فِيْهِ.))

''امراء (حکام) کی اطاعت (فرمانبرداری) ان کی عبادت صرف اس صورت میں ہوگی جس صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت کا اذن و حکم نہیں دیا۔''

اگر یہ کہا جائے کہ جب ہم شیطان کی کوئی بات نہیں سنتے اور نہ ہی اس کا کوئی اثر پاتے ہیں تو شیطان کی اطاعت اور رحمٰن کی اطاعت میں کس طرح فرق و امتیاز ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ؛

((عِبَادَةُ الشَّيْطَانِ فِي مُخَالِفَةِ اَمْرِ اللّٰهِ.))

''اللہ کے حکم کی مخالفت، شیطان کی عبادت ہے۔''

اور اللہ کے حکم کی تعمیل میں شیطان کی عبادت نہیں ہوگی، کیوں کہ اس کا تو اللہ نے حکم فرمایا ہے:

((فَفِيْ بَعْضِ الْأَوْقَاتِ يَكُوْنُ الشَّيْطَانُ يَأْمُرُكَ وَهُوَ غَيْرُكَ وَفِيْ بَعْضِ الْأَوْقَاتِ يَأْمُرُكَ وَهُوَ فِيْكَ.))

''پس بعض اوقات شیطان تجھے حکم دیتا ہے اور وہ تیرے سوا کسی دوسرے کی

صورت میں ہوتا ہے، اور بعض اوقات شیطان تجھے حکم دیتا ہے اور وہ خود تیرے اندر ہوتا ہے۔''

پس جب کوئی شخص آپ کے پاس آئے اور کسی بات کا حکم دے تو دیکھو کہ وہ حکم، حکم الٰہی کے موافق ہے یا موافق نہیں۔

((فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُوَافِقًا فَذَالِكَ الشَّخْصُ مَعَهُ الشَّيْطَانُ يَأْمُرُكَ بِمَا يَأْمُرُكَ بِهِ.))

''اگر اللہ کے حکم کے موافق نہ ہو تو یہی شخص ہے جس کے ساتھ شیطان ہے، اس کا حکم شیطان کا حکم ہے۔''

((فَإِنْ أَطَعْتَهُ فَقَدْ عَبَدْتَ الشَّيْطَانَ، وَإِنْ دَعْتكَ نَفْسُكَ إِلىٰ فِعْلٍ فَانْظُرْ اَهُوَ مَأْذُوْنٌ فِيهِ مِنْ جِهَةِ الشَّرْعِ أَوْلَيْسَ كَذٰلِكَ، فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ مَأْذُوناً فِيهِ ، فَنَفْسُكَ هِيَ الشَّيْطَانُ أَوْ مَعَهَا الشَّيْطَانُ يَدْعُوكَ ، فَإِنْ أتْبَعْتَهُ فَقَدْ عَبَدتَهُ.))

''اس صورت میں اگر تو نے اس شخص کی اطاعت کی تو تو نے شیطان کی عبادت کی۔ اور اگر تیرا نفس تجھے کسی کام کی طرف بلائے تو دیکھو کہ شرع کی رُو سے اس کام کی اجازت ہے یا نہیں؟ اگر شرعاً اس فعل کی اجازت نہیں ہے تو تیرا نفس خود شیطان ہے یا اس کے ساتھ شیطان ہے جو تجھے بلاتا ہے۔ اگر تو نے اس کی پیروی کی تو یقیناً تو نے شیطان کی عبادت کی۔''

پھر شیطان پہلے تو ظاہراً اللہ عزوجل کی نافرمانی اور مخالفت کا حکم دیتا ہے:

((فَمَنْ أَطَاعَهُ فَقَدْ عَبَدَهُ ، وَمَنْ لَّمْ يُطِعْهُ فَلَا يَرْجِعُ عَنْهُ، بَلْ يَقُوْلُ لَهُ اَعْبُدُ اللّٰهَ كَيْ لَاتُهَانَ وَ لِيُرْتَفَعَ عِنْدَ النَّاسِ شَأْنُكَ، وَيَنْتَفِعُ بِكَ اِخْوَانُكَ وَأَعْوَانُكَ، فَإِنْ أَجَابَ إِلَيْهِ فَقَدْ عَبَدَهُ.))

''پس جس نے اس کی فرمانبرداری کی اس نے اس کی عبادت کی، اور جو شیطان

کی اطاعت نہیں کرتا شیطان (ہمت ہار کر) اس کو چھوڑ نہیں دیتا، بلکہ اسے کہتا ہے تو اللہ کی عبادت کرتا کہ تیری توہین نہ ہو اور لوگوں کی نظر میں تیرا مرتبہ بلند ہو اور تیری ذات سے تیرے دوسرے بھائیوں اور دوستوں کو فائدہ پہنچے، پس اگر اس شخص نے اس کی بات مان لی تو یقیناً اس نے شیطان کی عبادت کی۔''

لیکن شیطان کی عبادت، عبادت میں تفاوت ہے، کیونکہ اعمال میں سے بعض عمل ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں عمل کرنے والے کا دل، اس کی زبان اور اس کے اعضاء و جوارح سب برابر کے شریک ہوتے ہیں اور بعض کام ایسے واقع ہوتے ہیں کہ کرنے والے کا دل اور اس کی زبان و جوارح کی مخالفت ہوتی ہے۔

بعض لوگ ایک جرم کا ارتکاب اس حال میں کرتے ہیں کہ ان کا دل اس پر خوش نہیں ہوتا اور وہ (اپنی زبان سے) اپنے ربّ سے مغفرت طلب کر رہے ہوتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ یہ کام برا ہے۔ ((فَهُوَ عِبَادَةُ الشَّيُطَانِ بِالْأَعُضَاءِ الظَّاهِرَةِ.)) یہ (صرف) ظاہری اعضاء سے شیطان کی عبادت ہے۔

اور بعض لوگ گناہ کا ارتکاب اس حال میں کرتے ہیں کہ ان کا دل خوش ہوتا ہے اور ان کی زبان بھی (اس گناہ کے ذکر و بیاں سے) تر ہوتی ہے۔'' (یہ ظاہر و باطن دونوں میں شیطان کے عبادت گزار ہیں۔) [1]

سبحان اللہ! کیا عجیب پر کیف و بصیرت افروز تقریر ہے، نفس شریر کی مکاریوں اور ابلیس لعین کی دسیسہ کاریوں کو کس خوبی سے بے نقاب کیا گیا ہے۔ مزید برآں

۳۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی سنہ ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

((وَالُعِبَادَةُ فِي اللُّغَةِ مِنَ الذِّلَّةِ يُقَالُ طَرِيُقٌ مُعَبَّدٌ وَبَعِيُرٌ مُعَبَّدٌ أَيُ مُذِلٌّ وَفِيا الشَّرُعِ عِبَارَةٌ عَمَّا يَجُمَعُ كَمَالَ الُمَحَبَّةِ وَالُخُضُوعِ وَالُخَوُفِ.)) [2]

---

[1] تفسیر کبیر ۲۶/ ۹۶۔۹۷، تفسیر الآیة: لا تعبدوا الشیطان.

[2] تفسیر ابن کثیر ۱/ ۱۲۸، تفسیر: إیاك نعبد وإیاك نستعین.

"عبادت کا معنی لغت میں ذلت ہے "طریق معبد" اس راستے کو کہتے ہیں جو کمزور ہو۔ اسی طرح "بعیر معبد" اس اونٹ کو کہتے ہیں جو بہت دبا اور جھکا ہوا ہو۔ اور شریعت اسلامیہ میں عبادت نام ہے، محبت، خشوع، خضوع اور خوف (کے مجموعے) کا۔"

۴۔ امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (المتوفی سنہ ۷۵۱ھ) نے عبادت کی تعریف کچھ یوں بیان فرمائی ہے:

((اَلْعِبَادَةُ عِبَارَةٌ عَنِ الْاِعْتِقَادِ وَالشُّعُوْرِ "بِأَنّ لِلْمَعْبُوْدِ سُلْطَةٌ غَيْبِيَّةٌ يَقْدِرُ بِاَعْلَى النَّفْعِ وَالضَّرَرِ فَكُلُّ ثَنَاءٍ وَدُعَاءٍ وَتَعْظِيْمٍ يُصَاحِبُهُ هَذَا الْاِعْتِقَادُ وَالشُّعُوْرُ فَهِيَ عِبَادَةٌ .)) ❶

"عبادت اس اعتقاد اور شعور کا نام ہے کہ معبود کو ایک غیبی تسلط (وتصرف) حاصل ہے جس کی بناء پر وہ نفع ونقصان پر قدرت رکھتا ہے، پس ہر تعریف اور ہر پکار اور ہر تعظیم جو اس اعتقاد وشعور کے ساتھ کی جائے وہ عبادت ہے۔"

۵۔ اور السید شریف الجرجانی عبادت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((اَلْعِبَادَةُ هُوَ فِعْلُ الْمُكَلَّفِ عَلٰى خِلَافِ هَوى نَفْسِهِ تَعْظِيْمًا لِرَبِّهٖ .)) ❷

"مکلّف کا اپنی خواہشات نفس کے خلاف عمل کرنا، اور اللہ کی تعظیم کرنا عبادت کہلاتا ہے۔"

عبادت کی اس تعریف سے بہت سے شبہات کا ازلہ ہوگیا۔ تعریف ہو یا پکار، تعظیم ہو یا کوئی اور فعل، صرف وہی عبادت ہے جس میں محمود و مدعو اور معظم ہستی کو غیبی طور پر متصرف و مقتدر مانا جائے، اسے مافوق الاسباب طاقت وقدرت اور سلطہ واقتدار کا مالک جانا جائے، اگر کسی معظم ومکرم ہستی کو اس صفت سے متصف نہ مانا جائے تو نہ تو کسی کی مدح وثناء، نہ کسی کی

---

❶ مدارج السالکین بحوالہ تفسیر جواهر القرآن ۱/ ۸.   ❷ التعریفات، ص: ۱۲۱

دعا و پکار اور نہ ہی کسی کی تعظیم وتکریم عبادت میں داخل ہوگی، لہٰذا رسولِ کریم ﷺ کی تعظیم و تکریم، اولیاء اللہ کی عزت اور ظاہری اسباب کے تحت کسی کو کسی کام کے لیے پکارنا جائز ہوگا، یہ شرک نہیں ہوگا۔

انواع واقسام عبادت:

عبادت تین اقسام پر مشتمل ہے۔ (۱) قولی عبادت۔ (۲) فعلی عبادت۔ (۳) مالی عبادت۔

☆ **قولی عبادت:**...... تسبیح وتہلیل، تکبیر وتحمید، ذکر ودعاء وغیرہ سب قولی عبادات ہیں۔

☆ **بدنی عبادت:**...... روزہ، طواف، اعتکاف اور نماز وغیرہ بدنی عبادتیں ہیں۔

☆ **مالی عبادت:**...... صدقہ، خیرات، زکوٰۃ، نذر و نیاز اور قربانی وغیرہ مالی عبادتیں ہیں۔

یاد رہے کہ یہ تینوں انواع اللہ ربّ العزت کے لئے خاص ہیں، غیر اللہ کے لئے کوئی بھی نوع جائز نہیں، نہ قولی عبادت، نہ بدنی عبادت اور نہ ہی مالی عبادت، اور مسلمانوں کے لئے حکم دیا گیا ہے کہ وہ پانچ وقتہ نمازوں میں کئی کئی دفعہ قولاً وعملاً اس حقیقت کا اعتراف کریں کہ ہر قسم کی عبادتیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ چنانچہ نمازی تشہد کے اندر اعلان کرتا ہے کہ؛ ((اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ.)) یعنی تمام عباداتِ قولیہ، بدنیہ اور مالیہ اللہ ہی کے لیے ہیں۔ قرآنِ حکیم میں رسول اللہ ﷺ کو اور ان کے واسطہ سے ساری اُمت کو ارشاد ہوتا ہے کہ ان عباداتِ ثلاثہ کو اللہ ہی کے لیے ادا کریں، کسی دوسرے کو اس میں شریک نہ کریں۔"

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ٥ ﴾

(الأنعام: ۱٦۲، ۱٦۳)

"آپ کہیے کہ میری نماز اور میری قربانی، اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ربّ العالمین کے لئے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے، اور میں اللہ کا پہلا فرمانبردار بندہ ہوں۔"

فائدہ:......یعنی مقبول عمل وہ ہے جو حکم الٰہی سے کیا جائے، چاہے وہ حکم الٰہی آیات قرآنی کی صورت میں ہو یا احادیث رسول ﷺ کی صورت میں ہو، اور جو اس کے علاوہ ہے وہ مقبول نہیں ہے، چاہے کتنا بھاری عمل ہی کیوں نہ ہو۔

نذر و نیاز کا مستحق صرف اللہ ہے:

نذر و نیاز صرف اللہ کا حق ہے، جو لوگ انفاقِ مال اور نذر میں حکم الٰہی کے خلاف کرتے ہیں، ان ظالموں کا کوئی مددگار نہیں، اللہ جو چاہے ان پر عذاب مسلط کرے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ۝ ﴾ (البقرة : ٢٧٠)

"اور تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو یا کوئی منت مانتے ہو، تو اللہ بے شک اُسے جانتا ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔"

یعنی مشرکین غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے، اور غیر اللہ کے تقرب کے لئے نذر و نیاز کے طور پر ذبح کرتے تھے اس لئے نبی علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آپ ان کی مخالفت میں اس بات کا اعلان کردیں کہ میری ہر قسم کی عبادت، نماز اور ذبح وغیرہ اللہ تعالیٰ کے تقرب اور خوشنودی کے لئے ہے۔

زائرین بیت اللہ کو حکم ہوتا ہے: ﴿ وَلۡيُوۡفُوۡا نُذُوۡرَهُمۡ ط ﴾ (الحج: ٢٩) "اور چاہیے کہ وہ اپنی نذر پوری کریں۔"

اور سورۃ الدھر (الآیۃ: ٧) میں عباد اللہ کی تعریف میں اس وصف کو نمایاں طور پر بیان

کیا گیا ہے کہ جو اللہ کی نذر و نیاز مانتے ہیں، اس کو پورا کرتے ہیں۔

﴿ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ ۝ ﴾ (الدھر: ۷)

”(مومنین) اپنی نذریں پوری کرتے ہیں۔“

توحید کے فوائد و اثرات:

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا عقیدہ ایمان کا جزو اعظم اور دین اسلام کا اصل الأصول ہے۔ عبادات و معاملات اور اعمال و اخلاق کی پوری عمارت اس بنیاد اور اساس پر قائم ہے، اگر یہ بنیادی عقیدہ درست اور صحیح ہے تو تمام عبادات و اعمال عنداللہ مقبول اور موجب اجر و ثواب ہوں گے۔ لیکن اگر اس بنیادی عقیدے میں خرابی ہوئی تو تمام عبادات و اعمال مردود، رائیگاں اور بے نتیجہ ہوں گے۔ اسی معنی کو آپ اس طرح بھی ادا کر سکتے ہیں کہ توحید کا تعلق دین اسلام سے ایسے ہی ہے جیسے کہ روح کا تعلق جسم کے ساتھ۔ جاندار کے جسم میں جتنے بھی اعضاء ہیں اور ان اعضاء کے اندر جتنی بھی قوتیں اللہ ربّ العزت نے ودیعت کر رکھی ہیں، ان سب کی بقا کا دار و مدار فقط روح اور جان پر ہے۔ جب تک جان جسم کے اندر موجود ہے، تمام اعضاء اور قوتیں بھی زندہ ہیں، لیکن جب روح نکل جاتی ہے تو یہ سب کارخانہ معطل ہو کر رہ جاتا ہے۔

بالکل اسی طرح دین فطرت کا وجود توحید پر موقوف ہے۔ اگر توحید ہوگی تو دین کا تصور بھی موجود ہوگا، اور اگر توحید نہ ہوگی یا اس کے تصور میں کمی ہوگی تو سارا دین جسم بے روح کی طرح بے کار سمجھا جائے گا۔ یا جس طرح ایک مکان کی مضبوطی اس کی بنیادوں پر موقوف ہوتی ہے، بالکل اسی طرح دین حق کی عمارت مسئلہ توحید پر قائم ہے، اگر یہ عقیدہ مجروح ہوگیا، اگر یہ بنیاد کمزور............ ہوگئی تو اس پر جو بھی دین کی عمارت اٹھائی جائے گی، لازماً وہ ناپائیدار اور ناقابل اعتماد ہوگی۔

یہ عقیدہ اس قدر اہم اور ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی نشر و اشاعت اور افہام و

تفہیم کا اس قدر زیادہ اہتمام فرمایا ہے۔ایک لاکھ سے زیادہ پیغمبر اور سینکڑوں کتابیں اور صحیفے اس عقیدے کی تبلیغ و تبیین کے لئے بھیجے۔سیّد الأنبیاء ﷺ پر چونکہ سلسلۂ نبوت ختم کرنا تھا۔ اس لئے آپ کی بعثت اور تنزیل قرآن سے سارے دین اسلام کی عموماً اور اسلام کے اس بنیادی عقیدے کی خصوصاً تکمیل فرمادی۔قرآنِ مجید کا کامل ۱/۳ حصہ اسی مسئلہ سے متعلق ہے جس میں اس مسئلے کو دلائل عقل ونقل، آیاتِ آفاق والنفس اور نظائر وأمثال سے واضح فرمایا ہے۔اور اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے فعل اور قول سے اس کی تفسیر فرمائی، اور اس کے ساتھ ساتھ مال و جان سے اور اصحاب واقارب کی معیت میں اس کی خاطر جہاد بھی کیا۔

اسی توحید کی وجہ سے آپ پر بے پناہ مظالم ڈھائے گئے اور آپ ﷺ کو مصائب و شدائد کا سامنا کرنا پڑا۔حتی کہ آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ہجرت پر مجبور ہوئے۔

سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے جب یمن کی طرف روانہ فرمایا تو ان کو یہی تاکید فرمائی کہ پہلے وہاں کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار لینا اور پھر باقی مسائل بتلانا! اور سیّدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ؛

((أَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ أَنْ لَّا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَإِنْ قُطِعْتَ وَحُرِّقْتَ.)) [1]

"میرے انتہائی مخلص دوست (رسول اللہ ﷺ) نے مجھے وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا (یعنی توحید پر مضبوطی سے قائم رہنا) خواہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے جائیں یا تجھے جلا دیا جائے۔"

ثابت ہوا کہ توحید کو لازم پکڑنا اور شرک سے نفرت بنیادی مسئلہ ہے۔شرک اس قدر مذموم فعل ہے کہ اس کی وجہ سے خودی، خوداعتمادی اور عزت نفس کی روح آدمی سے فنا ہوجاتی ہے، اور وہ ہر ہر قدم پر دوسروں کا سہارا لینے پر مجبور ہوجاتا ہے، تب اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ کائنات کی ہر اس چیز کے سامنے جھکنے لگتا ہے جو اس کے لئے مسخر و منقاد کردی گئی ہے، وہ

---

[1] علامہ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے، سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، رقم: ٤٠٣٤، الأدب المفرد، رقم: ١٨، إرواء الغليل، رقم: ٢٠٢٦، التعليق الرغيب ١/ ١٩٥.

اپنے ہی جیسے انسانوں کو اپنا رب اور آقا تسلیم کر لیتا ہے، ان کے آگے جھکتا ہے ''داتا'' اور ''غریب نواز'' ایسے خطابات سے انہیں مخاطب کرتا ہے۔ یہاں تک کہ زندوں سے گزر کر مردوں کے سامنے بھی اپنی درخواستیں اور التجائیں پیش کرتا ہے اور انہیں عالم الغیب، نافع و ضار، متصرف في الأمور جان کر پکارنے لگ جاتا ہے۔

جب کہ توحید کی بناء پر وہ اپنی خودی کے کھوئے ہوئے گوہر کو پھر سے حاصل کر لیتا ہے، اس کی ذلت عزتِ نفس میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اس عقیدہ کی بدولت وہ اپنی اس فطری آزادی وحریت اور خود داری کے مقام کو از سرِ نو پالیتا ہے، جس کی وجہ سے اسے اشرف المخلوقات ہونے کا شرف حاصل تھا! پہلے وہ جس قدر پستی کا شکار تھا، اب اسی قدر وہ اپنے آپ کو بلند سمجھتا ہے، غیر اللہ سے اس کے تمام علاقے ٹوٹ جاتے ہیں اور اس کا تعلق خالق حقیقی سے قائم ہو جاتا ہے۔ تب اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اس کا ہر عمل، فعل اور قول اللہ کی رضا کے تابع ہو جاتا ہے۔ ماں باپ سے حسن سلوک، بڑوں کا احترام چھوٹوں پر شفقت، اقرباء سے حسن معاملت، الغرض تمام خصائل حسنہ سے وہ اس لئے متصف ہو جاتا ہے کہ اس کے آقا، خالق و مالک، معبودِ واحد و حقیقی نے اسے ان باتوں کا حکم دیا ہے۔ یوں ایک موحد کے دل کی کائنات ہی بدل جاتی ہے اور وہ اپنے ظاہر و باطن میں یکسو، بندۂ حنیف بن کر زندگی گزارنے لگتا ہے، پھر اس حالت پر اگر اسے استقامت نصیب ہو تو اس پر رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت اسے یہ خوشخبری ملتی ہے کہ؛

﴿ يَـٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفْسُ ٱلْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ٱرْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَٱدْخُلِى فِى عِبَـٰدِى ۝ وَٱدْخُلِى جَنَّتِى ﴾ (الفجر: ۲۷۔۳۰)

''اے اطمینان پانے والی روح! اپنے رب کی طرف لوٹ چل (اس حالت میں کہ) تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ تو میرے (ممتاز) بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔''

جس شخص کی توحید ناقص ہوگی، اسے یہ مرتبہ حاصل نہ ہوگا۔ بلکہ یہ مقام و مرتبہ اسے

نصیب ہوگا جس کی توحید خالص ہوگی، اس توحید خالص میں اللہ کی محبت ہے، اس کی عظمت و جلالت کا احساس اور اس کا خوف ہے، جو گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے، اگرچہ ان سے زمین بھری پڑی ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ط ﴾ (النساء: ٤٨)

''اللہ ربّ العزت شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے۔ اور اس کے علاوہ گناہ، جسے چاہیں گے، معاف فرما دیں گے۔''

قارئین! مذکورہ بالا بحث سے توحید کی حقیقت، اہمیت اور اس کے اثرات روز روشن کی طرح واضح ہو گئے ہوں گے، اب ہم توحید کی اقسام بیان کرنے لگے ہیں۔

توحید کی اقسام:

توحید کی تین قسمیں ہیں:

(۱) توحید ربوبیت (۲) توحید الوہیت (۳) توحید اسماء وصفات

(۱) توحید ربوبیت:

توحید ربوبیت یہ ہے کہ اللہ کو اس کی ذات میں اکیلا، بے مثال، بے نظیر اور لاشریک مانا جائے۔

یہ تسلیم کیا جائے کہ اس کی بیوی ہے نہ اولاد، ماں ہے نہ باپ، وہ کسی کی ذات کا جزء ہے نہ کوئی دوسرا اس کی ذات کا جزء۔

مشرکین مکہ کو جب رسول اللہ ﷺ نے ایک اِلٰہ کی طرف بلایا تو انہوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا اور پوچھا؛ ''جس چیز کی طرف آپ ﷺ دعوت دیتے ہیں اس کا نسب نامہ بیان کیجئے، وہ کس چیز سے بنا ہے اور کیا کھاتا پیتا ہے، اس نے کس سے وراثت پائی ہے، اور اس کا وارث کون ہوگا؟'' پس ان کے سوالوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ

اخلاص نازل فرمائی۔

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ ۵ وَلَمْ يُوْلَد ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ ○ ﴾

''اے میرے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، اس نے کسی کو پیدا نہیں کیا ہے، اور نہ وہ پیدا کیا گیا ہے، اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔'' [1]

اور یہ ایک بدیہی بات ہے کہ زمین و آسمان، اس کائنات کے تمام ستارے، بدلیاں، بجلی، کڑک، ہوا، صحرا وسمندر، رات و دن، ظلمت ونور، درخت و پھول، جن وانسان، فرشتے و جانور غرض تمام مخلوقات جن کو احاطۂ شمار میں نہیں لایا جاسکتا، وہ بغیر کسی خالق کے پیدا نہیں ہوئے ہیں، اور نہ ہی انہوں نے اپنے آپ کو پیدا کیا ہے، اور نہ آج تک ان میں سے یا ان کے پہلے اور بعد والوں میں سے کسی نے بھی اس کا دعویٰ کیا کہ وہ اُن سب چیزوں کے خالق ہیں یا ان میں سے کسی ایک کے، تو پھر............ان کا خالق کون ہے؟ اگر آدمی نفسانیت سے بلند ہوکر سوچے تو اس سوال کا وہی جواب دے گا جو مشرکین مکہ نے دیا تھا، جس کے متعلق اللہ ربّ العزت نے قرآنِ مجید میں خبر دی ہے کہ؛

﴿ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ○ ﴾ (الزخرف: ۹)

''اور اگر آپ ان (مشرکین) سے پوچھیں کہ آسمان وزمین کس نے بنائے ہیں، تو وہ ضرور کہیں گے، ان کو غالب جاننے والے نے پیدا کیا ہے۔''

لیکن دہریے اور کیمونسٹ اور جن کا بھی ذہن ان کی تعلیمات سے آلودہ ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انسان اور یہ کائنات اور اس میں موجودہ سب چیزیں خود بخود پیدا ہوگئی ہیں نیچر ہی ان کا خالق ہے، لیکن وہ اس پر عقل سلیم کو آمادہ نہ کر سکے، اور علت العلل کے نام سے الٰہی

---

[1] مسند أحمد، رقم: ٢٠٧١٤، تفسير طبرى ٧٤٠/١٢، الدر المنثور ٦١٠/٨. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ سنن ترمذی، ابواب التفسير، رقم: ٣٣٦٤

صفات کو انہیں تسلیم کرنا پڑا اور...... یہ نظریہ سراسر کلامِ پاک کے مخالف ہے، جب کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ ﴾ (الزمر: ٦٢)

''ہر چیز کا اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے، اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔''

اس عقیدے کے برعکس کسی کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا بیٹی ماننا، کسی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا حصہ اور جزء کہنا، یا اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر جگہ اور ہر چیز میں موجود سمجھنا شرک فی الذات کہلاتا ہے۔

(۲) توحید الوہیت:

توحید الوہیت کو'' توحید عبادت'' بھی کہا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی عبادت و ریاضت کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کیا جائے، اور کسی دوسرے کو اس میں شریک نہ کیا جائے، یاد رہے کہ عبادت کا لفظ، پوجا، پرستش اور اطاعت و فرمانبرداری اور اطاعت وغیرہ کے تمام مفاہیم کو شامل ہے۔ (جیسا کہ پیچھے گذر چکا ہے)

عبادت کے مذکورہ مفہوم کو سامنے رکھیں تو توحید عبادت یہ ہوگی کہ ہر قسم کے مراسم عبودیت (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات رکوع وسجود، نذر و نیاز، طواف و اعتکاف، دعا و پکار، استعانت و استغاثہ، اطاعت و غلامی، فرمانبرداری اور پیروی) صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ ان چند میں سے کسی ایک میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانا "شرك فی العبادة" یا "شرك في الألوهية" کہلاتا ہے۔

(۳) توحید اَسماء وصفات:

توحید اسماء و صفات یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے ثابت شدہ تمام صفات الٰہیہ میں اللہ تعالیٰ کو یکتا، بے مثال اور لاشریک مانا جائے۔

ان صفات میں سے ایک اللہ کی صفت'' حیاۃ'' بھی ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ط ﴾ (اٰل عمران: ٢)

’’اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، جو ہمیشہ سے زندہ ہے۔‘‘

اور صفت ’’علم‘‘ بھی، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ ﴾ (البقرہ: ۲۵۵)

’’اور لوگ اس کے علم میں سے کسی بھی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے ہیں۔‘‘

اور صفتِ ’’اِرادہ‘‘ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَآ أَمْرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَّقُولَ لَهُۥ كُنْ فَيَكُونُ ۝ ﴾ (یٰسٓ: ۸۲)

’’اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے ’’ہو جا‘‘ اور وہ چیز ہو جاتی ہے۔‘‘

اور صفت ’’قدرت‘‘ بھی ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ ﴾ (اٰل عمران: ۲۹)

’’اور اللہ ہر چیز پر بڑی قدرت رکھنے والا ہے۔‘‘

اور صفت ’’سمع و بصر‘‘ بھی ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌۢ بَصِيرٌ ۝ ﴾ (الحج: ۶۱)

’’اور بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔‘‘

اور صفت ’’کلام‘‘ بھی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ ﴾ (البقرہ: ۲۵۳)

’’ہم نے ان رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کی۔‘‘

اور صفت ’’رحمت اور مغفرت‘‘ بھی ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ ﴾ (النسآء: ۲۳)

’’بے شک اللہ مغفرت کرنے والا، بے حد رحم کرنے والا ہے۔‘‘

اور صفت ''محبت'' بھی ہے، ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهُ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ ﴾ (البقره: ٢٢٢)

''اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، اور خوب پاکی حاصل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

اور صفت ''الیدین'' بھی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

﴿ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۝ ﴾ (المائده: ٦٤)

''بلکہ اس (اللہ) کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔''

اور صفت ''استواء علی العرش'' بھی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ط ﴾ (الأعراف: ٥٤)

''بے شک آپ کا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہوگیا۔''

اور صفت ''نزول'' بھی ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلٰى سَمَاءِ الدُّنيَا.)) [1]

''ہمارا پروردگار، بلند برکت والا ہر رات کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔''

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس بارے ایک مستقل کتاب بنام ''نزول الرب إلى سماء الدنيا'' تحریر فرمائی ہے، جس میں بدلائل واضحہ اس کا آسمان دنیا پر نازل ہونا ثابت فرمایا ہے۔

قارئین! اللہ تعالیٰ کی ان صفات یا کسی اور صفت میں کسی دوسرے کو شریک سمجھنا اور ماننا شرک فی الأسماء والصفات ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التهجد، رقم: ١١٤٥.

اسماء وصفات کے متعلق چند اہم قواعد اور بنیادی اصول

پہلا قاعدہ:

اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے متعلق کتاب و سنت میں وارد نصوص کو ان کی ظاہری دلالت پر باقی رکھنا ہوگا، اور کسی قسم کے تغیر یا تبدیلی کی جسارت نہ کی جائے، اور معنی ظاہر کو تبدیل کرنا، اللہ تعالیٰ پر بلا علم بات کرنے کے مترادف ہوگا، جو کہ شرعی طور پر حرام ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ ﴾ (الأعراف: ٣٣)

’’آپ کہیئے کہ میرے رب نے تمام ظاہر و پوشیدہ بدکاریوں کو، اور گناہ اور ناحق سرکشی کو حرام کر دیا ہے، اور یہ (بھی حرام کر دیا ہے) کہ تم لوگ اللہ کا شریک ایسی چیزوں کو ٹھہراؤ جن کی عبادت کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں نازل کی ہے، اور یہ بھی کہ تم اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کرو جن کا تمہیں علم نہیں۔‘‘

مثلاً اللہ ربّ العزت کے لئے دو ہاتھ ثابت ہیں۔ (المائدہ:٦٤) لہٰذا انہیں اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرنا واجب ہے۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہاں ہاتھوں سے مراد قوت ہے، تو اس نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو اس کے ظاہر معنی سے پھیر دیا ہے، اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ پر قولِ بلا علم کی جسارت کرنا ہے، جو کہ حرام ہے۔

دوسرا قاعدہ:

اس قاعدہ کے تحت چند فروعات ہیں جن کے بیان سے پورا قاعدہ سمجھ آ جائے گا۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے تمام نام ''حسنیٰ'' غایت درجہ اچھے اور پیارے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سارے کے سارے نام اپنے اندر کوئی نہ کوئی صفت کاملہ لئے ہوئے ہیں، اوران تمام صفات میں سے کسی بھی صفت میں کسی بھی قسم کا کوئی نقص اور عیب نہیں ہے۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَيًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ط ﴾ (بنی اسرائیل: ۱۱۰)

''آپ کہہ دیجئے کہ تم لوگ اللہ کو اللہ کے نام سے پکارو یا رحمٰن کے نام سے پکارو، جس نام سے چاہو اسے پکارو، تمام بہترین اور اچھے نام اسی کے لئے ہیں۔''

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ عزوجل کے پیارے اسماء میں سے ''الرحمٰن'' وارد ہوا ہے، جو ایک انتہائی پیاری صفت ''وسیع رحمت'' پر مشتمل ہے۔

(۲) اور اللہ تعالیٰ کے اسماء کسی معین عدد میں محصور نہیں ہیں، اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمان ہے، جس میں آپ ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے:

((أَسأَلُكَ اللّٰهُمَّ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ.)) [1]

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے ہر نام کے واسطے سے سوال کرتا ہوں، جو بھی نام تو نے اپنی ذات کے رکھے، یا جو نام تو نے اپنی کتاب میں اتارے، یا جو نام تو نے اپنی کسی مخلوق کو تعلیم فرمادیئے، یا جو نام تو نے اپنے خزانۂ غیب میں محفوظ

---

[1] مسند أحمد (۱/۳۹٤، ٤٥٢) صحيح ابن حبان، رقم (۲۳۷۲) مستدرك حاكم (۱/۵۱۹) شیخ البانی نے اسے سلسلة الصحيحة میں برقم: (۱۹۹) ذکر کیا ہے۔

فرمادیئے ہیں۔"

اور یاد رہے کہ جو اسماء اللہ اس کے خزانہ غیب میں ہیں، ان کا ہمارے لئے حصر و احاطہ ناممکن ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ایک اور فرمان ملاحظہ فرمایئے گا، چنانچہ سیّدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا، مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا، مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ.)) ❶

"یقیناً اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، یعنی ایک کم سو (۱۰۰) جس نے ان کا احصاء کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

فائدہ :......(۱) حدیث میں وارد کلمہ "إحصاء" کا معنی پڑھنا سمجھنا، یاد کرنا اور ان کے مطابق عقیدہ بنانا ہے۔

فائدہ :......(۲) یہ روایت مذکورہ روایت کے متعارض نہیں ہے جیسا کہ ظاہر سے معلوم ہے، کیونکہ اس حدیث کا معنی ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے جملہ ناموں میں سے صرف ننانوے (۹۹) نام یاد کرنے والا اور ان کا احصاء کرنے والا جنتی ہے۔"

یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کل نام ننانوے (۹۹) ہی ہیں، اور ان کے علاوہ اس کا کوئی نام نہیں۔

فائدہ :......(۳) اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ننانوے (۹۹) نام ذکر کر دیتے ہیں جو ہمیں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے ملے ہیں۔

---

❶ صحيح بخارى، كتاب الشروط، رقم: (٢٧٣٦) كتاب الدعوات (رقم: ٦٤١٠) ومسلم، كتاب الذكر والدعاء، رقم: (٢٦٧٦/٦).

کتاب اللہ سے

اسم	حوالہ	معنی	اسم	حوالہ	معنی
اَللّٰهُ	البقرہ:۱۲۸	معبودِ برحق	اَلْاَحَدُ	الاخلاص:۱	ایک یعنی تنہا
اَلْاَعْلیٰ	الاعلیٰ:۱	بلند و برتر	اَلْاَوَّلُ	الحدید:۳	پہلا (سب سے پہلے)
وَالْآخِرُ	الحدید:۳	آخر (وہ تب بھی ہوگا جب سب ختم ہو جائیں گے۔)	وَالظَّاهِرُ	الحدید:۳	ظاہر وعیاں اور غالب
اَلْبَرُّ	الطّور:۲۸	بڑا محسن	اَلْبَصِيْرُ	الشوریٰ:۱۱	دیکھنے والا
اَلتَّوَّابُ	الحجرات:۱۲	توبہ قبول فرمانے والا	اَلْحَسِيْبُ	النساء:۶	حساب لینے والا
اَلْحَفِيْظُ	ھود:۵۷	حفاظت ونگہبانی کرنے والا	اَلْحَفِيُّ	مریم:۴۷	بڑا مہربان
اَلْحَكِيْمُ	الحشر:۱	حکمت والا	اَلْحَلِيْمُ	البقرۃ:۲۲۵	بردبار (دوراندیش)
اَلْحَمِيْدُ	الشوریٰ:۲۸	حمد وتعریف والا	اَلْخَبِيْرُ	التحریم:۳	خبر رکھنے والا
اَلْخَالِقُ	الحشر:۲۴	پیدا کرنے والا	اَلْخَلَّاقُ	الحجر:۸۶	بہترین پیدا کرنے والا
اَلرَّحِيْمُ	الفاتحہ:۲	نہایت مہربان اور نرمی کرنے والا	اَلرَّزَّاقُ	الذاریات:۵۸	رزق دینے والا
اَلرَّقِيْبُ	الاحزاب:۵۳	تاک میں رہنے والا	اَلشَّاكِرُ	النساء:۱۴۷	قدردان
اَلشَّكُوْرُ	فاطر:۳۴	بہت قدردان	اَلشَّهِيْدُ	حم السجدہ:۵۳	گواہ
اَلْعَزِيْزُ	الحشر:۲۴	زبردست وغالب	اَلْعَظِيْمُ	البقرہ:۲۵۵	بڑی عظمت والا
اَلْعَفُوُّ	المجادلۃ:۲	معاف کرنے والا	اَلْغَفَّارُ	نوح:۱۰	بڑا بخشنے والا
اَلْغَفُوْرُ	الزمر:۵۳	گناہ بخشنے والا	اَلْغَنِيُّ	محمد:۳۸	خودمختار و بے پروا
اَلْقَاهِرُ	الانعام:۱۸	غالب وزبردست وطاقتور	اَلْقُدُّوْسُ	الجمعۃ:۱	عیوب ونقائص سے پاک
اَلْقَدِيْرُ	الملک:۱	بڑا باصلاحیت، طاقتور	اَلْقَهَّارُ	ابراھیم:۴۸	بڑا عذاب دینے والا
اَلْكَبِيْرُ	الحج:۶۲	سب سے بڑا	اَلْكَرِيْمُ	الانفطار:۶	مہربان وسخی
اَلْمُتَعَالُ	الرعد:۹	بہت بلند	اَلْمُتَكَبِّرُ	الحشر:۲۳	غرور وتکبر کرنے والا

اَلْمَتِيْنُ الذاريات:۵۸ مضبوط وطاقتور — اَلْمُحِيْطُ حم السجدہ:۵۴ گھیراؤ کرنے والا

اَلْمُصَوِّرُ الحشر:۲۴ تصویر بنانے والا — اَلْمُقْتَدِرُ الكهف:۴۵ قدرت والا

اَلْمَلِيْكُ القمر:۵۵ قدرت والا بادشاہ — اَلْمَوْلٰی الأنفال:۴۰ کارساز و مالک وآقا

اَلْمُهَيْمِنُ الحشر:۲۳ نگہبان ومحافظ — اَلْوَارِثُ الحجر:۲۳ وارث (حامی و مددگار)

اَلْوَاسِعُ البقرہ:۱۱۵ وسعتوں وفراخیوں والا — اَلْوَدُوْدُ البروج:۱۴ بہت محبت کرنے والا

اَلْوَهَّابُ آل عمران:۸ سب سے زیادہ عطاء کرنیوالا — اَلْاَكْرَمُ العلق:۳ بے پایاں کرم والا

اَلْاِلٰهُ النحل:۵۱ معبودِ برحق — وَالْبَاطِنُ الحديد:۳ پوشیدہ

اَلْجَبَّارُ الحشر:۲۳ زبردست قابو کرنے والا — اَلْبَارِئُ الحشر:۲۴ پیدا کرنے والا

اَلْحَقُّ الحج:۶۲ سچا مالک — اَلسَّلَامُ الحشر:۲۳ سلامتی والا

اَلْحَافِظُ يوسف:۶۴ حفاظت کرنے والا، نگہبان — اَلرَّءُوْفُ النحل:۷ نرمی کرنے والا

اَلْعَلِيْمُ التحريم:۲ سب سے زیادہ علم والا — اَلْمُبِيْنُ النور:۲۵ واضح کرنے والا

اَلصَّمَدُ الاخلاص:۲ بے نیاز — اَلْقَرِيْبُ البقرة:۱۸۶ (بندوں کے) نزدیک

اَلْقَيُّوْمُ البقرہ:۲۵۵ بذاتِ خود قائم و دائم اور ہر چیز پر محافظ ونگران — اَلْفَتَّاحُ سبا:۲۶ رحمت و رزق کے دروازے کھولنے والا

اَلْمُجِيْبُ هود:۶۱ قبول کرنے والا — اَلرَّحْمٰنُ الفاتحہ:۲ نہایت مہربان

اَللَّطِيْفُ الملك:۱۴ باریک بیں — اَلْمُقِيْتُ النساء:۸۵ ہر جاندار کو خوراک دینے والا

اَلسَّمِيْعُ المجادلة:۱ سب سننے والا — اَلنَّصِيْرُ النساء:۴۵ مددگار (مدد کرنے والا)

اَلْوَكِيْلُ آل عمران:۱۷۳ کارساز (کام بنانے والا) — اَلْعَالِمُ الشورىٰ:۵۱ علم والا

اَلْعَلِيُّ الانعام:۶۵ سب سے بلند وبالا — اَلْقَوِيُّ الشورىٰ:۱۹ سب سے زیادہ قوت والا

اَلْقَادِرُ الشورىٰ:۱۹ قدرت، اختیار والا — اَلْمُؤْمِنُ الحشر:۲۳ امن دینے والا

اَلْمَلِكُ هود:۷۳ حقیقی بادشاہ — اَلْمَجِيْدُ الحشر:۲۳ بزرگی والا بڑی شان والا

اَلْوَاحِدُ	الرعد:۱۶	اکیلا	اَلْوَلِیُّ	الشوریٰ:۹	مددگار، دوست

وہ اسماء جو سنت رسول ﷺ میں وارد ہوئے ہیں

اَلْجَمِیْلُ	مسلم:۱۴۷	سب سے زیادہ خوبصورت	اَلْجَوَّادُ	ترمذی:۲۴۹۵	سب سے زیادہ نوازنے والا
اَلْحَکَمُ	ابوداؤد:۴۹۵۵	فیصلہ کرنے والا	اَلرَّفِیْقُ	بخاری:۶۹۲۷	مہربان دوست
اَلسُّبُّوحُ	مسلم:۴۸۷	ہر برائی اور عیب سے پاک	اَلسَّیِّدُ	ابوداؤد:۴۸۰۶	سردار
اَلْقَابِضُ	ترمذی:۳۰۰۷	تنگ کرنے والا	اَلْبَاسِطُ	ترمذی:۳۵۰۷	کشادہ کرنے والا
اَلْمُقَدِّمُ	بخاری:۱۱۲۰	آگے لانے والا	اَلْمُعْطِي	بخاری:۳۱۱۶	دینے والا
اَلْمَنَّانُ	ابوداؤد:۱۴۹۵	احسان کرنے واالا	اَلْوِتْرُ	بخاری:۶۴۱۰	تنہا و یکتا
اَلْحَیُّ	ابوداؤد:۴۰۱۲	ہمیشہ زندہ	اَلشَّافِیُ	بخاری:۵۷۴۲	شفاء عطا کرنے والا
اَلْمُؤَخِّرُ	بخاری:۱۱۲۰	پیچھے ہٹانے والا	اَلرَّبُّ	النسائی:۵۷۲	پالنے والا
اَلطَّیِّبُ	مسلم:۱۰۱۵	پاک	اَلْمُحْسِنُ	صحیح الجامع:۱۸۱۹	احسان کرنے والا

یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ ہیں جنہیں ہم نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے اختیار کیا ہے، تفصیل کچھ یوں ہے کہ ان اسماء میں سے اکیاسی (۸۱) نام کتاب اللہ میں اور اٹھارہ (۱۸) نام حدیث رسول ﷺ میں آئے ہیں، اگرچہ صفت ''حفی'' کو ان ناموں میں شمار کرنے میں تردد واقع ہوا ہے، کیونکہ کلام اللہ میں یہ صفت مقید وارد ہوئی ہے، ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کو سلام کہتے ہیں، اور فرماتے ہیں میں اپنے رب سے آپ کے لئے مغفرت طلب کروں گا۔ ﴿ إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ﴾ ''وہ بے شک مجھ پر بڑا مہربان ہے۔''

جملہ معترضہ:

ابراہیم علیہ السلام اپنے کافر باپ کا انتہائی شدید جواب سن کر بھی حد ادب سے نہیں نکلے اور اس کے لئے سلامتی کی دعا کی، گویا یہ کہنا چاہا کہ اگرچہ آپ مجھے سنگسار کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں، لیکن مجھ سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی، میں اپنے رب سے آپ کی مغفرت

کی دعا کروں گا، وہ مجھ پر بہت ہی کرم فرما ہے، مجھے مایوس نہیں کرے گا۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے برائی کا جواب بھلائی سے دیا، جیسا کہ اللہ ربّ العزت نے مومنین کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ایک وصف یہ بھی بیان کیا کہ ''جب جاہل لوگ ان سے گفتگو کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہو۔'' (یعنی میں تم سے جھگڑنا نہیں چاہتا ہوں۔)

﴿ وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ ﴾ (الفرقان: ٦٣)

''اور جب نادان لوگ ان کے منہ لگتے ہیں تو (رحمٰن کے نیک بندے) سلام کر کے گزر جاتے ہیں۔''

مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ سے یہ وعدہ کہ وہ اللہ سے اس کے لئے مغفرت طلب کریں گے، اس توقع کی بنیاد پر تھا کہ وہ اسلام لے آئے گا اور کفر پر نہیں مرے گا، چنانچہ ایک طویل مدت تک وہ اس کے لئے استغفار کرتے رہے، شام کی طرف ہجرت کر جانے، مسجد حرام بنانے اور اسحاق و اسماعیل کی ولادت کے بعد بھی اس کے لئے دعا کرتے رہے، جیسا کہ سورۂ ابراہیم آیت (۴۱) میں ارشاد ہے:

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝ ﴾

''اے ہمارے رب! قیامت کے دن مجھے معاف کر دینا، اور میرے ماں باپ کو اور تمام مومنوں کو بھی۔''

لیکن جب انہیں یقین ہوگیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے اپنی براءت کا اعلان کر دیا، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝ ﴾

(التوبه: ١١٤)

''اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت مانگنا صرف اُس وعدے کے

سبب تھا جو انہوں نے اس سے کر رکھا تھا۔ پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو انہوں نے اس سے اظہارِ براءت کر دیا، واقعی ابراہیم بڑے نرم دل اور بردبار تھے۔''

آمدم برسرِ مطلب:

اور یہ بات بھی یاد رہے کہ اللہ کے بعض نام مضاف ہو کر استعمال ہوتے ہیں، جیسا کہ ''مالک الملک''، ''أحکم الحاکمین'' اور ''ارحم الراحمین'' وغیرہ۔ ❶

(۳) اللہ تعالیٰ کے تمام اُسماء حسنیٰ توقیفی ہیں، جن کا اثبات قرآن و حدیث کی دلیل پر موقوف ہے، اس لئے اپنی عقل سے کسی نام کا اضافہ اور کمی نہیں کی جاسکتی، اور عقل اس کا ادراک بھی نہیں کرسکتی، لہٰذا اس سلسلہ میں نص شرعی پر ہی اکتفاء کیا جائے گا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ط ﴾ (بنیٓ اسرآئیل : ٣٦)

''اور جس بات کا آپ کو علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ لگئے۔''

(۴) اللہ تعالیٰ کے بعض نام غیر متعدی ہوتے ہیں، ان پر ایمان لانے کا معنی تب مکمل ہوتا ہے جب آپ درج ذیل دو چیزوں کا اثبات کریں۔

☆ اللہ تعالیٰ کا ہر نام اس کی ذات پر دلالت کرتا ہے۔

☆ اور اللہ تعالیٰ کا ہر نام اس صفت پر دلالت کرتا ہے جو اس کے نام کے ضمن میں موجود ہے۔

اور اگر وہ نام متعدی ہے تو اس پر ایمان لانے کا مفہوم تب مکمل ہوگا جب آپ مذکورہ دو چیزوں کے ساتھ تیسری یہ چیز ثابت کریں کہ؛

☆ اللہ تعالیٰ کا یہ نام متعدی ہونے کی وجہ سے اس کے اثر پر دلالت کرتا ہے، مثلاً صفت ''الرحمٰن'' ہے یہ تسلیم کیا جائے کہ وہ اپنے جس بندے پر چاہے رحمت فرماتا ہے۔

---

❶ تفصیل دیکھئے: القواعد المثلیٰ في صفات اللّٰہ وأسمائه الحسنیٰ، ص: ١٦-١٨.

تیسرا قاعدہ:

اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق ہے، اس کا مکمل فہم حاصل کرنے کے لئے چند فروعات کا سمجھنا ضروری ہے۔

پہلی فرع:

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کمال اور مدح پر مشتمل ہیں، ان میں کسی قسم کا کوئی عیب اور نقص نہیں ہے، جیسے صفت "**الحیاة**"، "**العلم**"، "**القدرة**"، "**السمع**"، "**البصر**"، "**الرحمة**"، "**العزة**"، "**الحکمة**"، "**العلو**" اور "**العظمة**" وغیرہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ **وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلٰى ۝** ﴾ (النحل: ٦٠)

"اور اللہ کے لئے سب سے عمدہ اور اعلیٰ صفت ہے۔"

اور اللہ کے اسماء و صفات میں نقص بیان کرنے والوں کی کلام پاک میں خود اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے۔

﴿ **وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ** ط ﴾ (المآئدہ: ٦٤)

"اور یہود نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، انہی کے ہاتھ (ان کی گردن کے ساتھ) باندھ دیئے گئے ہیں، اور اُن کے اس قول کی وجہ سے اُن پر لعنت بھیج دی گئی ہے، بلکہ اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔"

چونکہ اللہ رب العزت کی ذات کامل واکمل ہے، اسی لئے اس کی ہر صفت کا کامل واکمل ہونا لازمی ہے۔ لہٰذا ہر وہ صفت جو کسی بھی اعتبار سے نقص وعیب پر دلالت کرتی ہو، وہ اللہ کے حق میں ممتنع ہے، جیسے صفت "**الموت**"، "**الجهل**"، "**النسیان**"، "**العجز**"، "**العمی**" اور "**الصم**" وغیرہ۔

بلکہ اس کا کسی صفتِ نقص سے متصف ہونا اس کی کمالِ ربوبیت کے منافی ہے۔

فائدہ :......اور اگر کوئی صفت ایک لحاظ سے تو صفتِ کمال ہے لیکن ایک لحاظ سے صفتِ نقص ہے، تو اللہ تعالیٰ کے لئے نہ تو وہ مطلقاً ثابت ہوگی، اور نہ مطلقاً منتفی ہوگی، بلکہ اس صورت میں تفصیل کا پہلو مدنظر رکھا جائے گا، چنانچہ ایسی صفات کی حالتِ کمال اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہوگی، اور حالت نقص ممتنع ہوگی۔ جیسے صفت " **المکر** "، " **الکید** "، " **الخدع** " اور " **الخیانه** " وغیرہ ہیں۔

یہ اور اس قسم کی تمام صفات اس صورت میں تو صفاتِ کمال قرار پائیں گی جب مقابلۂ مثل کے سیاق میں ہوں، کیونکہ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس صفت کو انجام دینے والا اپنے دشمن سے اس کے فعل کے مثل مقابلہ کرنے سے عاجز نہیں ہے۔ اور جب سیاق میں مقابلہ نہ ہو تو پھر یہ تمام صفات، صفات نقص ہیں۔ لہٰذا پہلی صورت میں یہ صفات اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں، اور دوسری صورت میں نہیں ہیں۔

درج ذیل اُمثلہ سے بات پوری طرح واضح ہوجاتی ہے:

☆ ﴿ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ۝ ﴾ (الأنفال : ۳۰)

"اور ادھر وہ اپنی سازش کر رہے تھے، اور ادھر اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا، اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔"

☆ ﴿ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَّأَكِيْدُ كَيْدًا ۝ ﴾ (الطارق : ۱۵،۱۶)

"بے شک وہ (کفار) داؤ میں ہیں، اور میں بھی چال چل رہا ہوں۔"

☆ ﴿ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ ﴾ (النسآء : ۱۴۲)

"یقیناً منافق اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور وہ انہیں دھوکے کی سزا دے گا۔"

☆ ﴿ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ ۚ ﴾ (البقرہ : ۱۴،۱۵)

" (منافقین) کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو صرف مسلمانوں کا

مذاق اُڑاتے رہتے ہیں، اللہ ان کو مذاق کی سزا دیتا ہے۔''

چنانچہ اگر آپ سے کوئی کہے کہ کیا اللہ تعالیٰ صفت'' المکر''، '' الخدع '' اور '' الکید '' سے متصف ہے، تو آپ جواباً نہ ''ہاں'' کہو، اور نہ ہی ''نا'' کہو۔ بلکہ یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے '' جیسے اس کی ذات کے لائق ہے'' معاملہ مکر، خداع اور کید فرماتا ہے جو اس کا مستحق ہو۔ واللہ اعلم۔

اور اللہ نے ''صفت خیانت'' کو مقابلہ میں بھی اپنے لئے استعمال نہیں کیا، کیونکہ خیانت اعتماد والی جگہ پر دھوکے کا نام ہے، جو کہ مطلقاً مذمت والی صفت ہے۔

☆ ﴿ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ ﴾ (الأنفال : ۷۱)

''اور اگر وہ آپ سے خیانت کرنا چاہیں گے، تو وہ اس سے پہلے اللہ کے ساتھ خیانت کر چکے ہیں، جس کی وجہ سے اس نے مومنوں کو ان پر مسلط کر دیا تھا، اور اللہ بڑا علم والا، اور بڑی حکمتوں والا ہے۔''

غور فرمایئے گا ''انہوں نے اللہ سے خیانت کی ہے'' لیکن اس کے مقابلہ میں اللہ رب العزت نے یہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں؛ ﴿ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ﴾ پس اس نے مومنوں کو ان پر تسلط عطا فرمایا۔

دوسری فرع:

اللہ تعالیٰ کی صفات دو قسموں پر ہیں: (۱) ثبوتیہ۔ (۲) سلبیہ۔

(۱) صفاتِ ثبوتیہ:

اللہ تعالیٰ کی وہ صفات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے ثابت فرمایا ہے جیسے صفتِ ''الحیاۃ''، ''العلم''، ''القدرۃ''، ''استواء علی العرش''، ''نزول''، ''الوجہ'' اور ''الیدین'' وغیرہ۔ پس ان صفات کو اللہ تعالیٰ کے لئے اس کے شایان شان ثابت

کرنا، انتہائی ضروری ہے، اور اس پر عقل ونقل سے دلائل موجود ہیں۔

عقلی دلیل:

کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کو سب سے زیادہ جانتا ہے اور ان صفات کو اس نے خود اپنے لئے ثابت فرمایا ہے۔

نقلی دلیل:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ۝ ﴾

(النسآء: ۱۳۶)

”اے ایمان والو! تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے، اور ان کتابوں پر جو اس نے پہلے اتاری تھیں اپنے ایمان میں قوت وثبات پیدا کرو، اور جو شخص اللہ، اور اس کے فرشتوں، اور اس کی کتابوں، اور اس کے رسولوں، اور یومِ آخرت کا انکار کردے گا، وہ گمراہی میں بہت دور چلا جائے گا۔“

یاد رہے کہ ایمان باللہ، ایمان بالصفات کو بھی شامل ہے اور اسی طرح ایمان بالکتاب پر ہر اس صفت پر ایمان کو بھی شامل ہے جو صفت کتاب اللہ میں آئی ہے۔

(۲) صفاتِ سلبیہ:

وہ صفات ہیں، جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے نفی کردی ہے۔

ان صفات کی اللہ تعالیٰ سے نفی کرنا اور ان کی ضد بدرجہ اَکمل اس ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے ثابت تسلیم کرنا انتہائی ضروری ہے، مثلاً: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ ﴾ (الفرقان : ۵۸)

''اور آپ ہمیشہ زندہ رہنے والے پر بھروسہ کیجیے۔''

اب ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے موت کی نفی کی جائے، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ موت کی ضد یعنی " حیاۃ " کی صفت کو اللہ کے لئے بوجہ اکمل ثابت وتسلیم کیا جائے۔

تیسری فرع:

صفاتِ ثبوتیہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) ذاتیہ۔ (۲) فعلیہ۔

(۱) صفاتِ ذاتیہ:

اللہ تعالیٰ کی وہ صفات ہیں، جن سے وہ ہمیشہ سے اور ہمیشہ کے لئے متصف ہے، جیسے صفتِ " سمع " اور " بصر " وغیرہ۔

(۲) صفاتِ فعلیہ:

صفاتِ فعلیہ سے مراد وہ صفات ہیں، جن کا صدور اس کے ارادے پر موقوف ہے، چاہے تو وہ فعل انجام دے اور چاہے تو نہ دے۔ مثلاً صفت " استواء علی العرش " اور " المجیء " آنا وغیرہ ہیں۔

فائدہ :...... لیکن بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت ذاتی اور فعلی دونوں طرح سے ہوتی ہے، جیسے'' کلام'' اگر اس صفت کو باعتبار اصل دیکھا جائے تو یہ صفت ذاتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے صفت کلام سے متصف ہے۔ اور ہمیشہ متصف رہے گا۔ لیکن کوئی کلام کرنے کے اعتبار سے یہ صفت فعلی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کلام فرمانا اس کی مشیئت اور ارادے پر موقوف ہے، چنانچہ وہ جب چاہے اور جو ارادہ فرمائے کلام فرماتا ہے۔

چوتھی فرع:

ان صفات کے متعلق تین بنیادی قواعد کا خیال رکھنا ضروری امر ہے۔

☆ کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات حقیقی ہیں، کیونکہ قاعدہ ہے؛ ((اَلْأَصْلُ فِي الْكَلَامِ الْحَقِيْقَةُ وَلَا يُعْدَلُ عَنْهُ إِلَّا بِدَلِيْلٍ يَقْتَضِيْ ذَلِكَ.)) کلام کو اصل حقیقت پر محمول کیا جائے گا، اور اس حقیقت سے عدول کی متقاضی دلیل کے بغیر حقیقت سے عدول جائز نہیں ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کی تکییف (کیفیت بیان کرنا) جائز نہیں۔

نقلی دلیل :

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۝ ﴾ (طٰهٰ : ۱۱۰)

"اور لوگوں کا علم اُس کا اِحاطہ نہیں کرسکتا۔

نیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾

(النحل : ۷٤)

"پس تم لوگ اللہ کے لیے مثالیں نہ بیان کرو، یقیناً اللہ جانتا ہے اور تم لوگ (کچھ بھی) نہیں جانتے ہو۔"

عقلی دلیل :

انسان کی عقل کے لئے اللہ عزوجل کی صفات کی کیفیت کا ادراک ناممکن ہے۔

☆ اللہ کی صفات، مخلوقات کی صفات کے مشابہ اور مماثل نہیں ہیں۔

نقلی دلیل :

اللہ کا اِرشاد ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ط ﴾ (الشورٰی : ۱۱)

"کوئی چیز اس کی مانند نہیں ہے۔"

عقلی دلیل :

اللہ تعالیٰ اس کمال کا مستحق ہے جو ہر کمال سے بڑھ کر ہے، لہٰذا یہ ناممکن ہے کہ وہ کسی مخلوق کے مشابہ اور مماثل ہو، کیونکہ مخلوق تو ہر اعتبار سے ناقص ہے۔

تمثیل اور تکییف میں فرق:

تمثیل :...... سے مراد یہ ہے کہ کسی صفت کی اس کے مماثل کے ساتھ مقید کر کے کیفیت بیان کی جائے، مثلاً کوئی یوں کہے کہ اللہ کا ہاتھ انسان کے ہاتھ جیسا ہے۔

تکییف :...... سے مراد یہ ہے کہ کسی صفت کی اس کے مماثل سے مقید کئے بغیر کیفیت بیان کی جائے، مثلاً کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے لئے بغیر تشبیہ وتمثیل کے، کسی معین کیفیت کا تخیل کرے۔

تمثیل اور تکییف کا حکم:

تمثیل اور تکییف باطل و ناجائز ہے۔

چوتھا قاعدہ:

(فِرَق ضَالَّہ) **معطلہ** وغیرہ پر رد کا طریقہ۔

معطلہ اللہ تعالیٰ کے کچھ اسماء و صفات کا انکار کرتے ہیں، اور نصوصِ صفات کے ظاہری معنی میں تحریف اور تبدل کے مرتکب ہوتے ہیں۔ انہیں مؤولہ بھی کہا جاتا ہے۔ ان پر ردّ کا طریقہ یہ ہے کہ ہم ان سے کہیں گے:

☆ تمہارا یہ قول ظاہر نصوص کے خلاف ہے۔

☆ طریقۂ سلف کے خلاف ہے۔

☆ تمہارے مذہب کی کسی صحیح دلیل سے تائید بھی نہیں ہوتی۔

بعض صفات میں ان کے ردّ کے لئے چوتھی وجہ یا اس سے زائد وجوہات بھی ممکن ہیں۔ [1]

---

[1] تفصیل دیکھئے: القواعد المثلیٰ فی صفات اللّٰہ وأسمائہ الحسنیٰ اور شرح لمعة الإعتقاد از شیخ محمد صالح العثیمین. یادرہے یہ دونوں کتابیں شیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ کے ترجمے کے ساتھ مطبوع ہیں۔

توحید کی شروط:

"شروط" شرط کی جمع ہے، عربی زبان میں "شرط" کہتے ہیں۔ ((إلزام الشئی وإلتزامه في البيع وغيره)) کہ بیع وغیرہ میں لزوم و پابندی کی لگائی جانے والی قید جس کی پابندی ضروری ہو۔ ❶

اور فقہ اِسلام کی روشنی میں "شرط" سے مراد وہ چیز ہے جس کے ہونے پر حکم کے ہونے کا انحصار ہو، اور اس کے نہ ہونے سے حکم وجود میں نہیں آ سکتا۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جب وہ ہو تو حکم بھی ضرور وجود میں آئے، جیسے نماز کے لئے وضوء کا شرط ہونا۔

اگر وضو ہوگا تو نماز صحیح ہوگی، اور اگر وضوء نہ ہوگا تو نماز نہیں ہوسکتی، لیکن اس کے ہونے سے یہ ضروری نہیں کہ نماز ضرور پڑھی جائے۔ ❷

اسی طرح توحید کی شروط اگر نہ ہوں تو توحید بھی نہیں ہوگی، توحید کی شروط سات (۷) ہیں:

(۱) علم، (۲)، یقین، (۳) اخلاص، (۴) صدق، (۵) محبت، (٦) تابعداری اور (۷) قبول کرنا۔ بعض علماء نے انہیں ایک شعر میں جمع کر دیا ہے:

عِلْمٌ يَقِيْنٌ وَ إِخْلَاصٌ وَصِدْقُكَ مَعَ
مَحَبَّةٍ وَإِنْقِيَادٍ وَالْقُبُوْلُ لَهَا

ذیل کی سطور میں ہم اتمام فائدہ کے لئے ان کی تفصیل بیان کر دیتے ہیں۔

(۱) علم:

توحید اور قبول اسلام کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ جہالت اور لاعلمی ہے، لہٰذا کسی بھی انسان کے لئے یہ لازمی امر ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے کے لئے توحید کا علم رکھے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

---

❶ المعجم الوسيط، مادة شرط، ص: ٥٦٥.

❷ أصول الفقه الإسلامی، ص: ٣١٥، زبدة النقول از راقم الحروف، ص: ٩٨.

﴿ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط ﴾ (محمد: ١٩)

''پس اے میرے نبی! آپ جان لیجئے کہ بے شک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

'' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' ایک گواہی اور شہادت ہے، اور جو شخص کسی بات کی شہادت دے رہا ہو، اس کے لئے انتہائی ضروری ہوتا ہے کہ وہ اس بات سے اچھی طرح واقف ہو جس بات کی گواہی دے رہا ہے۔ چنانچہ ابوالمظفر وزیر فرماتے ہیں۔'' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' کا تقاضا ہے کہ اس کا اقرار کرنے والا اس بات سے اچھی طرح واقف ہو کہ اللہ کے علاوہ مستحق عبادت کوئی نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

﴿ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط ﴾

''پس اے میرے نبی! آپ جان لیجئے کہ بے شک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' [1]

اسی آیت کریمہ کو دلیل بناتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح کتاب العلم میں باب قائم کرتے ہیں۔'' **باب العلم قبل القول والعمل** '' باب اس بیان میں کہ علم (کا درجہ) قول وعمل سے پہلے ہے۔

مزید برآں رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ .)) [2]

''جو شخص اس حال میں مرگیا کہ وہ اس بات کا علم رکھتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو وہ آدمی جنت میں داخل ہوگا۔''

مذکورہ بالا آیت کریمہ اور حدیث نبوی ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر کسی شخص کے لئے توحید کا مفہوم اس کے معانی اور اس کو ثابت کرنے والے اُمور کا جاننا اور علم رکھنا ضروری ہے۔

---

[1] فتح المجيد، ص: ٣٦،٣٧.

[2] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعا، رقم: ٤٣، مسند أحمد ١/ ٦٥،٦٩.

اور سورۃ ابراہیم (آیت:۵۲) میں لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اللہ کی وحدانیت کا علم حاصل کریں، کیونکہ علم، توحید کے لئے ایسی شرط ہے جس سے انسان کا یقین محکم ہو جاتا ہے کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، فرمایا:

﴿ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ ﴾

''یہ لوگوں کے لئے اللہ کا پیغام ہے، اور تاکہ انہیں اس کے ذریعہ ڈرایا جائے، اور تاکہ وہ جان لیں کہ بے شک اللہ اکیلا معبود ہے، اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے ﴿ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ﴾ فرمایا ہے جس کا معنی ہے'' تاکہ وہ اللہ کی وحدانیت کا علم حاصل کریں۔'' یہ نہیں فرمایا کہ ''لِيَقُوْلُوْا اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ'' تاکہ وہ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کریں۔''

یعنی اقرار نہیں، بلکہ علم رکھنا ضروری ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ ﴾ (الزخرف : ٨٦)

''اور اللہ کے سوا جن جھوٹے معبودوں کو یہ مشرکین پکارتے ہیں۔ اُن کو شفاعت کا کوئی اختیار نہیں ہوگا، ہاں! جن لوگوں نے حق کو جان کر اُس کی گواہی دی (ان کو شفاعت کی اجازت ملے گی۔)''

اس آیت کریمہ میں ﴿ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ کا معنی ہے۔ ﴿ اِلَّا مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [1]

''ہاں! جن لوگوں نے توحید کو جان کر اُس کی گواہی دی۔''

کتاب وسنت سے یہ بعض دلائل ہیں جو اس بات کو قطعیت کے ساتھ ثابت کرتے ہیں

---

[1] دیکھئے: تفسیر البغوی ٧/ ٢٢٤، فتح القدیر للشوکانی ٤/ ٥٦٧.

کہ توحید کے لئے ''علم'' کی شرط بڑی ضروری شرط ہے۔

(۲) یقین:

توحید کے معانی کو سمجھنے کے بعد اس پر دل سے یقین کرنا ''کہ تمام عبادات کے لائق اللہ تعالیٰ ہے'' اور اس میں ذرا سا بھی تردد نہ کرنا توحید کی دوسری شرط ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مومنین کی انہیں اپنے دعویٰ ایمان میں سچا قرار دیتے ہوئے بایں الفاظ تعریف فرمائی:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُوْلٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ ﴾

(الحجرات: ۱۵)

''یقیناً مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر شک میں مبتلا نہیں ہوئے، اور اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں کے ذریعہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی لوگ سچے ہیں۔''

اسی طرح حدیث میں آتا ہے۔ سیّدنا اُبو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فِيْهِمَا إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ.)) ❶

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں، اور پھر جس نے ان دونوں گواہیوں میں شک نہیں کیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

اور سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ نَفْسٍ تَمُوْتُ وَهِيَ تَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَرْجِعُ ذٰلِكَ إِلٰى قَلْبٍ مُؤْقِنٍ إِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا.)) ❷

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، رقم: ۱۳۸، مسند أحمد/ ۱/ ٦٥، كنز العمال، رقم: ۱۱٦.

❷ مسند أحمد ٥/ ۲۲۹، ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ ۱/ ۳٦۹، رقم: ۲۰۳. سلسلة الصحيحة، رقم: ۲۲۷۸

''جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ یقین کے ساتھ گواہی دیتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں تو اللہ (تعالیٰ) اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔''

یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ توحید کے لئے یقین شرط ہے، بلکہ بعض ائمہ نے تو اسے اصل الایمان کہہ دیا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۴۸/۱) پر سیّدنا عبداللہ بن مسعود کا قول نقل فرمایا ہے کہ؛((اَلْیَقِیْنُ الْاِیْمَانُ کُلُّہُ)) کہ ''یقین سارا ایمان ہے۔''

سیّدنا ابن مسعود کی مراد یہ ہے کہ یقین ایمان کی بنیاد ہے، حتیٰ کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ''اگر یقین دل میں گھر کر جائے تو جنت کے لئے انسان کا شوق بڑھ جاتا ہے، اور جہنم سے نفرت کرنے لگ جاتا ہے۔'' ❶

اور اس کے برعکس ''شک'' نفاق کی علامت ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق فرمایا ہے۔

﴿ اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُكَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِیْ رَیْبِهِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ ﴾ (التوبہ: ٤٥)

''آپ سے اجازت صرف وہ لوگ مانگتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، اور ان کے دل شک میں پڑ گئے ہیں، پس وہ اپنے اسی شک میں سرگرداں ہیں۔''

(۳) اخلاص:

توحید کی شروط میں سے تیسری شرط اخلاص ہے، اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ عبادت خالصتاً اللہ کے لئے ہو، اس میں ریا، دکھلاوا، نمود و نمائش اور اغراض دنیا کا عمل دخل نہ ہو، وگرنہ اخلاص کی شرط ختم ہو جائے گی، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

❶ فتح الباری ١/ ٤٨.

''اصل الاسلام شہادتین ہے، پس جس نے عبادت میں نمود ونمائش کو طلب کیا، اس نے توحید کا یقین نہیں کیا۔'' ❶

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّآ اَنزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَ لَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝ ﴾ (الزمر: ۲،۳)

''اے میرے نبی! بے شک ہم نے یہ کتاب آپ پر دین حق کے ساتھ نازل کی ہے، پس آپ اللہ کی بندگی، اس کے لئے دین کو خالص کر کے کرتے رہیے، آگاہ رہیے کہ خالص بندگی صرف اللہ کے لئے ہے، اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا غیروں کو دوست بنایا (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، بے شک وہ لوگ جس حق بات میں آج جھگڑتے ہیں اس بارے میں اللہ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا، بے شک اللہ جھوٹے اور حق کے منکر کو راہِ حق کی ہدایت نہیں دیتا۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ قُلِ اللّٰهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِيْنِي ۝ ﴾ (الزمر: ۱٤)

''اے میرے نبی! آپ کہہ دیجئے، میں تو اپنی بندگی کو اللہ کے لئے خالص کر کے صرف اُسی کی عبادت کرتا ہوں۔''

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا أُمِرُوْٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ ﴾ (البینۃ: ۵)

''اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لئے

---

❶ مجموع الفتاویٰ ۱۱/٦۱۷.

عبادت کو خالص کر کے، یکسو ہو کر۔"

اس طرح اخلاص کا معنی یہ بھی ہے کہ؛" لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ " کا اقرار کسی اور کی خاطر، کسی اور کی خوشنودی کے لئے نہ ہو۔ چنانچہ پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى النَّاسِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.)) ❶

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر جہنم کو حرام کر دیا ہے جو اللہ عزوجل کی رضا مندی کے لئے " لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ " کہتا ہے۔"

اور سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یقیناً نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا مِّنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ.)) ❷

" جس شخص نے " لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ " کی گواہی دل کو خالص کرتے ہوئے دی وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ سعادت کسے ملے گی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ اے ابو ہریرہ! مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے کوئی اس کے بارے میں مجھ سے دریافت نہیں کرے گا۔ کیونکہ میں نے حدیث کے متعلق تمہاری حرص دیکھ لی تھی۔

((أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ.)) ❸

"(سنو!) میری شفاعت سے قیامت کے دن سب سے زیادہ فیض یاب وہ شخص ہوگا، جو سچے دل سے یا سچے جی سے " لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ " کہے گا۔"

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب العمل الذي يبتغى به وجه الله، رقم: ٦٤٢٣۔ ومسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب الرخصة في التخلف عن الجماعة لعذر، رقم: ١٤٩٦۔ واللفظ له.

❷ ابن حبان نے ۱/۲۸۰ برقم: ۲۰۰ اسے صحیح کہا ہے۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ٢٣٥٥.

❸ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الحرص على الحديث، رقم: ٩٩، مسند أحمد ٢/٣٧٣.

دل سے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شرک سے بچے، کیونکہ جو شرک سے نہ بچا وہ دل سے اس کلمہ کا قائل نہیں ہے اگرچہ زبان سے پڑھتا ہو۔ لہٰذا توحید کے لئے اخلاص بنیادی شرط ہے، اس کے بغیر توحید قبول نہیں ہوتی، بلکہ کوئی بھی عمل اخلاص کے بغیر مقبول نہیں ٹھہرتا، امیر عمر رضی اللہ عنہ دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ عَمَلِيْ صَالِحًا، وَاجْعَلْهُ لَكَ خَالِصًا، وَلَا تَجْعَلْ لِأَحَدٍ فِيْهِ شَيْئًا.)) [1]

''اے اللہ! میرے عمل کو درست کر دے، اور اس کو اپنے لئے خالص بنا لے اور تو اس میں کسی کا حصہ نہ بنا۔''

سب کو یہ معلوم ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں، وہی تنہا پیدا کرنے والا ہے، روزی دینے والا ہے اور وہی آسمان و زمین کے درمیان سارے اُمور کی تدبیر کرنے والا ہے، ان ساری نعمتوں کا تقاضا ہے کہ تم اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک نہ بناؤ، جو تمہاری طرح مخلوق ہیں، اور آسمان و زمین کے درمیان ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (البقرہ: ۲۱، ۲۲)

''اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے گزر گئے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ، جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا جس کے ذریعہ اس نے مختلف قسم کے پھل نکالے تمہارے لئے روزی کے طور پر، پس تم اللہ کا شریک اور مقابل نہ ٹھہراؤ، حالانکہ تم جانتے ہو (کہ اس کا کوئی مقابل

[1] الزهد للإمام أحمد، رقم: ٦١٥ بسند صحيح.

نہیں۔)‘‘

اس طرح مذکورہ بالا آیات میں تین باتیں جمع ہوگئی ہیں، صرف ایک اللہ کی خالص عبادت کا حکم، اس کے سوا کی عبادت کا انکار، اور توحید ربوبیت کا بیان کہ اللہ کے علاوہ کوئی خالق، رازق اور مدبر نہیں، اور یہ واضح دلیل ہے اس بات کی کہ سارے انسانوں پر صرف اس ذاتِ واحد کی بندگی واجب ہے۔

(۴) صدق:

صدق کا مطلب یہ ہے کہ انسانی توحید کے مفہوم کو سمجھنے، یقین کرنے اور اخلاص پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ان امور میں سچائی اور صدق سے کام لے۔ ایسا صدق پیدا کرے جو کذب کے سراسر منافی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُوْلٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ o ﴾

(الزمر: ۳۳)

’’اور جو رسول سچی بات لے کر آیا، اور جن لوگوں نے اس بات کی تصدیق کی وہی لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔‘‘

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ ’’الصدق‘‘ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ’’کلمہ توحید‘‘ ہے۔ [1]

لہٰذا ﴿ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُوْلٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ کا معنی یہ ہوگا کہ اور جس نے ’’کلمہ توحید‘‘ کے مفہوم کو سمجھنے کے بعد ایسا صدق پیدا کیا جو جھوٹ اور کذب کے منافی ہو تو وہ متقی ہے۔

اسی طرح توحید میں صدق کی شرط پر کئی ایک اُحادیث صراحت سے دلالت کرتی ہیں، چنانچہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ان کی قوم کے ساتھ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

((أَنَّ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ صَادِقًا بِهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ.)) [2]

---

[1] تفسیر ابن کثیر ٤/ ٤٨٤، الدر المنثور ٧/ ١٩٧، تفسیر طبری ١١/ ٤.

[2] مسند أحمد ٤/ ٤٠٢، رقم: ١٩٥٩٧، اس کو شعیب الأرناؤوط نے صحیح کہا ہے۔ مزید دیکھئے: شرح مشکل الآثار للطحاوی، رقم: ٤٠٠٣.

''جس نے سچے (دل سے) ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ '' کی گواہی دی وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔''

اور آپ ﷺ نے سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ.)) [1]

''جو شخص سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اللہ اس کو (دوزخ کی) آگ پر حرام کر دیتا ہے۔''

مگر جو شخص محض زبان سے تو اقرار کرتا ہے لیکن دل سے توحید کے مفہوم کا منکر ہے تو وہ منافق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ إِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ○ ﴾

(المنٰفقون : ۱)

''اے میرے نبی! جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ آپ بے شک اس کے رسول ہیں، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین بے شک پکے جھوٹے ہیں۔''

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ اے میرے نبی! جب عبداللہ بن اُبی بن سلول اور دیگر منافقین آپ کی مجلس میں آتے ہیں، تو اپنی زبان سے مسلمان ہونے کا اظہار کرتے ہیں، اور آپ کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں: ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ جانتا ہے کہ آپ اُس کے

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم کراهية أن لا يفقهوا، رقم: ۱۲۸.

رسول ہیں، چاہے منافقین اس کی گواہی دیں یا نہ دیں۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین اپنی گواہی میں جھوٹے ہیں، کیونکہ اُن کا باطن اُن کے ظاہر کے خلاف ہے۔ لہٰذا صدق فی التوحید لازمی امر ہے۔

(۵) محبت:

توحید کی شروط میں سے پانچویں شرط محبت ہے، درحقیقت توحید کی معرفت اور صحیح اعتقاد محبت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا، کیونکہ محبت ایسے اخلاص پر دلالت کرتی ہے جو شرک کے منافی ہوتا ہے، پس جو اللہ سے محبت کرتا ہے وہ اس کے دین سے بھی محبت کرتا ہے۔ [1]

اور جو شخص اس کے دین اور توحید سے محبت رکھتا ہو اسے اس محبت کا اظہار اپنے عمل کے ذریعے کرنا چاہیے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴾

(البقرہ: ١٦٥)

"اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں، اور اُن سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے ہونی چاہیے اور اہل ایمان اللہ سے بے حد محبت کرتے ہیں۔"

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں؛ شرک کی دو قسمیں ہیں۔ شرک اکبر اور شرک اصغر۔ شرک اکبر کو اللہ تعالیٰ بغیر توبہ معاف نہیں کرتا، اور وہ یہ ہے کہ بندہ کسی کو اللہ کا شریک بنالے، اور اس سے ویسی ہی محبت کرے جیسی اللہ سے کی جانی چاہیے، اور یہ وہ شرک ہے جس میں مشرکین اپنے معبودانِ باطلہ کو ربّ العالمین کے برابر قرار دیتے ہیں، اور یہ برابری محبت،

---

[1] مختصر العقيدة الإسلاميه، ص: ٥٨، بيان مسائل الكفر والإيمان، ص: ١٦٧.

تعظیم اور عبادت میں ہوتی ہے، جیسا کہ اکثر مشرکین عالم کا حال ہے! بلکہ اکثر مشرکین تو اپنے معبودوں سے اللہ کے مقابلے میں زیادہ محبت کرتے ہیں، اور ان کو یاد کر کے زیادہ خوش ہوتے ہیں، اگر ان معبودوں اور مشائخ کا جنہیں انہوں نے اپنا معبود بنالیا ہے، کوئی شخص ادب واحترام کے ساتھ نام نہیں لیتا، تو اس قدر غضبناک ہوتے ہیں اور چیتے یا کتے کے مانند غیظ وغضب کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی اللہ کے مقرر کردہ حدود کو پامال کرتا ہے تو ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، بلکہ تھوڑے سے دنیاوی لالچ کی خاطر فوراً خوش ہو جاتے ہیں، جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ [1]

سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

﴿ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ (الزمر: ٤٥)

''اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، جب اُن کے سامنے صرف ایک اللہ کا ذکر آتا ہے، تو ان کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں، اور جب اللہ کے سوا غیروں کا ذکر آتا ہے، تو خوشی سے ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔''

قارئین کرام! صادق الایمان تو وہی ہوتے ہیں، جو توحید باری تعالیٰ کا صحیح علم رکھنے کی وجہ سے اللہ کے ساتھ اس کی محبت میں کسی غیر کو شریک نہیں بناتے۔

یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں: ''جو شخص اللہ کی حدود (میں کسی کو شریک بنائے اور اُن) کا پاس نہ رکھے تو وہ اللہ سے محبت کے دعوے میں قطعی سچا نہیں ہے۔ [2]

ابو یعقوب فرماتے ہیں: ''کوئی بھی شخص جو اللہ عزوجل سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن اللہ کے احکامات بجا نہیں لاتا، تو اس کا دعویٰ باطل ہے، اور جو اللہ سے محبت کا دم بھرتا ہے لیکن اللہ سے نہیں ڈرتا تو وہ مغرور ہے۔'' [3]

---

[1] شرح المنازل، باب التوبة. [2] جامع العلوم والحكم، ص: ٣٩٧.

[3] جامع العلوم والحكم، ص: ٣٩٧، الحلية ١٠/ ٣٥٦.

اللہ تعالیٰ کی محبت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ آپ اس کی نافرمانی نہ کریں، بلکہ اطاعت گزاری کریں، بعض سلف کا کہنا ہے۔

تَعْصِي الإِلٰهَ وَأَنْتَ تَزْعُمُ حُبَّهُ
هٰذَا لعمرى فِي الْقِيَاسِ شَنِيْعُ
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ
إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيْعُ ❶

آپ اللہ کی نافرمانی بھی کرتے ہیں، اوراس سے اظہارِ محبت بھی کرتے ہیں۔ واللہ! یہ تو بڑی بُری بات ہے۔ اگر آپ کی محبت سچی ہوتی تو آپ اس کی فرمانبرداری کرتے، کیونکہ محبّ، محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (آل عمران : ۳۱)

''آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف کردے گا، اور اللہ بڑا معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''کہ یہ آیت کریمہ اُن تمام لوگوں کے خلاف دلیل ہے جو کہ اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور طریقۂ محمدی پر گامزن نہیں ہوتے، جب تک آدمی اپنے تمام اقوال و افعال میں شرع محمدی کی اتباع نہیں کرتا، وہ اللہ سے محبت کے دعوے میں کاذب ہوتا ہے۔'' ❷

کوئی بھی شخص جب توحید میں محبت کی شرط پیدا کرلیتا ہے تو اسے ایمان کی مٹھاس محسوس ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ سیّدنا اَنس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ جامع العلوم والحكم، ص: ۳۹۷. ❷ تفسير ابن كثير ۱/ ۴۷۲، طبعه مكتبه قدوسيه.

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ : مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا ، وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذَا أَنْقَذَهُ اللّٰهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ .)) [1]

''جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کا مزہ پالے گا، ایک یہ کہ وہ شخص جسے اللہ اوراس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ عزیز ہوں، اور دوسرے یہ کہ جو کسی بندے سے محض اللہ ہی کے لئے محبت کرے، اور تیسری بات یہ کہ جسے اللہ نے کفر سے نجات دی ہو، پھر دوبارہ کفر اختیار کرنے کو وہ ایسا برا سمجھے جیسے آگ میں گر جانے کو برا جانتا ہے۔''

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ اپنی کتاب ''السراج الوھاج'' (۱/۸۱) پر رقم طراز ہیں:

((وَهٰذَا الْحَدِيْثُ بِمَعْنٰى حَدِيْث: "ذَاقَ طَعْمَ الْإِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا" وَذٰلِكَ أَنَّهُ لَا يَصِحُّ الْمَحَبَّةُ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ حَقِيْقَةً ، وَحُبُّ الْآدَمِيِّ فِي اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ، وَكَرَاهَةُ الرُّجُوْعِ إِلَى الْكُفْرِ لَا يَكُوْنُ إِلَّا لِمَنْ قَوٰى الْإِيْمَانُ يَقِيْنَهُ ، وَاطْمَأَنَّتْ بِهِ نَفْسُهُ ، وَانْشَرَحَ لَهُ صَدْرُهُ ، وَخَالَطَ لَحْمَهُ دَمَهُ ، وَهَذَا هُوَ الَّذِىْ وَجَدَ حَلَاوَتَهُ. "وَالْحَبُّ فِي اللّٰهِ" مِنْ ثَمَرَاتِ حُبِّ اللّٰهِ .))

''اور یہ حدیث دوسری حدیث ''ذاق طعم الایمان الخ'' ہی کی ہم معنی ہے، جس میں ہے کہ ایمان کا مزہ اس شخص نے چکھ لیا جو اللہ کے رب ہونے پر رضا مند

---

[1] صحیح بخاري، کتاب الإیمان، رقم: ۲۱، وصحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الإیمان، رقم: ۱٦٥.

ہوگیا، اور جس نے اسلام کو بطورِ دین کے اختیار کرلیا، اور سیّدنا محمد ﷺ کو بحیثیت رسول تسلیم کرلیا، اور یہ نعمت (عظمیٰ) اسی خوش نصیب کو حاصل ہوتی ہے جس کے ایمان نے اس کے یقین کوقوی اور مضبوط کردیا ہو، اوراس سے اس کا جی مطمئن ہوگیا، اوراس کا انشراح صدر ہوگیا، اور ایمان و یقین اس کے گوشت اور خون میں داخل ہوگیا، اور یہی وہ خوش نصیب انسان ہے، جس نے ایمان کی مٹھاس محسوس کر لی اور اللہ کے لئے اس کے نیکوکار بندوں کی محبت اللہ ہی کی محبت کا پھل ہے۔''

اس سے تھوڑا آگے چل کر لکھتے ہیں:

((أَصْلُ الْمُحَبَّةِ : اَلْمَيْلُ إِلىٰ مَا يُوَافِقُهُ الْمُحِبُّ.

ثُمَّ الْمَيْلُ قَدْ يَكُوْنُ لِمَا يَسْتَلِذُّهُ الْإِنْسَانُ وَيُحَسِّنُهُ ، كَحُسْنِ الصُّوْرَةِ ، وَالصَّوْتِ ، وَالطَّعَامِ ، وَنَحْوِهَا ، وَقَدْ يَسْتَلِذُّهُ بِعَقْلِهِ لِلْمَعَانِي الْبَاطِنَةِ ، كَمُحَبَّةِ الصَّالِحِيْنَ ، وَالْعُلَمَاءِ وَأَهْلِ الْفَضْلِ مُطْلَقًا ، وَقَدْ يَكُوْنُ لِإِحْسَانِهِ إِلَيْهِ ، وَدَفْعِ الْمَضَارِّ وَالْمَكَارِهِ عَنْهُ.

وَهٰذِهِ الْمَعَانِي كُلُّهَا مَوْجُوْدَةٌ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؛ لِمَا جَمَعَ مِنْ جَمَالِ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ ، وَكَمَالِ خِلَالِ الْجَلَالِ وَأَنْوَاعِ الْفَضَائِلِ ، وَإِحْسَانِهِ إِلىٰ جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ هِدَايَتَهُ إِيَّاهُمْ إِلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ.))

'' دراصل محبت دلی میلان کا نام ہے، کبھی یہ میلان حسین وجمیل صورتوں کی طرف ہوتا ہے، کبھی خوبصورت آواز یا اچھے کھانے کی طرف، کبھی یہ لذت میلان باطنی معانی سے متعلق ہوتی ہے۔ جیسے صالحین، علماء اور صاحب فضل سے ان کے مراتب کمال کی بناء پر محبت رکھنا، اور کبھی محبت ایسے لوگوں سے پیدا ہوجاتی ہے جو صاحب احسان ہیں، جنہوں نے مصائب اور شدائد میں

مدد کی ہے، ایسے لوگوں کی محبت بھی مستحسن ہے، اور اس قسم کی جملہ خوبیاں پیارے پیغمبر سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں جمع ہیں۔ آپ کا ظاہری اور باطنی جمال اور آپ کے اوصاف حمیدہ اور شمائل وفضائل اور تمام مسلمانوں پر آپ کے احسانات ظاہر ہیں کہ انہیں آپ ﷺ نے راہِ حق کی ہدایت دی۔''

اسی لئے امام مالک رحمہ اللہ فرماتے تھے:

((" اَلْمُحَبَّةُ فِي اللّٰهِ " مِنْ وَاجِبَاتِ الْإِسْلَامِ وَفِي الْكِتَابِ الْعَزِيْزِ ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ﴾ [البقرة: ١٦٥])) [1]

''اللہ کی محبت واجبات اسلام سے ہے، کیونکہ کتاب عزیز میں فرمان باری ہے: ''اور مومنین اللہ سے سب سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں۔''

آگے نواب مرحوم عشق مجازی پر ایک لمبا تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((وَمِنْ أَعْظَمِ مَكَائِدِ الشَّيْطَانِ ، مَا فُتِنَ بِهِ عُشَّاقُ صُوَرِ الْمُرْدِ وَالنِّسْوَانِ وَتِلْكَ لَعَمْرُ اللّٰهِ ! فِتْنَةٌ كُبْرٰى ، وَبَلِيَّةٌ عُظْمٰى ، اِسْتَعْبَدَتِ النُّفُوْسُ لِغَيْرِ خِلَاقِهَا .)) [2]

''اور شیطان کے بڑے جالوں میں سے ایک جال یہ بھی ہے جس میں بہت سے عشاق رہتے چلے آئے ہیں اور اس وقت بھی موجود ہیں جو ''اُمرد'' لڑکوں اور عورتوں کی صورتوں پر عاشق ہو کر اپنی دنیا و آخرت تباہ و برباد کر لیتے ہیں۔ واللہ! یہ بہت ہی بڑی آزمائش ہے، اللہ ہر کسی کو اس سے بچا کر رکھے۔ آمین۔''

اور نواب مرحوم دوسری جگہ اپنے مشہور مقالہ ''تحریم الخمر'' میں رقم طراز ہیں:

''مرض عشق کو شراب وزنا کے ساتھ مثل غنا کے ایک مناسبت خاص ہے، یہ مرض

---

[1] حواله أيضًا.
[2] حواله أيضًا.

شہوت فرج سے پیدا ہوتا ہے۔ جس کسی مزاج پر شہوت غالب آ جاتی ہے تو یہ بیماری اس شہوت پرست کو پکڑ لیتی ہے۔ جب وصال معشوق محال ہوتا ہے یا میسر نہیں آتا تو عشق سے حرکات بے عقلی ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ لہٰذا کتب دین میں عشق کی مذمت آئی ہے اور اس کا انجام شرک ٹھہرایا ہے۔ قرآن و حدیث میں کسی جگہ اس منحوس لفظ کا استعمال نہیں ہوا۔ قصہ زلیخا میں افراط محبت کو بلفظ ''شغف حب'' تعبیر کیا ہے۔ یہ حرکت زلیخا سے حالت کفر میں صادر ہوئی تھی۔ ہنود میں بھی ظہور عشق عورتوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ بخلاف عرب کے کہ وہاں مرد عشاق زن ہوتے ہیں۔ جس طرح کہ قیس لیلیٰ پر فریفتہ تھا۔ اس سے بدتر عشق اہل فارس کا ہے کہ وہ ''اُمرد'' پر شیفتہ ہوتے ہیں۔ یہ ایک قسم لواط اور اغلام کی ہے۔ جس طرح کہ عورت کی طرف سے عشق کا ظہور ایک مقدمہ زنا ہے۔ جو کوئی اس مرض کا مریض ہوتا ہے وہ شرابی زانی ہوجاتا ہے۔ اہل علم نے لکھا ہے کہ عشق بندے کو توحید الہ العالمین سے روک کر گرفتار شرک و بت پرستی کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ عاشق معشوق کا بندہ ہوجاتا ہے۔ اس کی رضا مندی کو خالق کی رضا مندی پر مقدم رکھتا ہے۔ یہی اس کی صنم پرستی ہے۔'' [1]

ہم نے بعض عشاق کو تو یہ کہتے بھی سنا ہے، اور عشقیہ اشعار کی کتب میں پڑھا بھی ہے:

ہم نے برسوں تیری یادوں کا سہارا لے کر
تجھ کو پوجا ہے خیالوں کے صنم خانوں میں

اور اس پر بھی مستزاد یہ:

تو وہ بت ہے کہ تخیل کے صنم خانوں میں
میرے احساس کے آزر نے تراشا ہے تجھے

(بہاروں کے پھول)

[1] بحوالہ شرح صحیح بخاری از داؤد راز رحمہ اللہ ۱/۲۰۲، ۲۰۳.

اللہ تعالیٰ ہمیں اس خارستانِ شرک سے محفوظ رکھے، اور اپنی محبت بخش کر مجاز سے حقیقت کی طرف لائے۔ آمین۔ ❶

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَأَصْلُ الْعِبَادَةِ وَتَمَامُهَا وَكَمَالُهَا هُوَ الْمُحَبَّةُ ، وَإِفْرَادُ الرَّبِّ سُبْحَانَهُ بِهَا ، فَلَا يُشْرِكِ الْعَبْدُ بِهِ فِيهَا غَيْرَهُ .)) ❷

''یہ اصل عبادت ہے، اور اسی سے عبادت تمام و کمال ہوتی ہے کہ سراپا محبت ایک اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ہو، بندہ اس محبت میں کسی غیر کو شریک نہ کرے۔''

اس بحث سے معلوم ہوا کہ محبت کی شرط توحید کے لئے جز و لاینفک کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ ''جو اللہ کے ساتھ محبت میں غیر کو شریک ٹھہراتا ہے، وہ مشرک ہے۔'' ❸

(٦) تابعداری اور اطاعت شعاری:

توحید کی شروط میں سے چھٹی شرط ''تابعداری اور اطاعت شعاری'' ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ''انسان توحید کو سمجھنے کے بعد اس طرح مطیع ہو جائے کہ اللہ عز وجل کے فرائض پر عمل کرے اور اس کی حرام کردہ اشیاء کو ترک کر دے، کیونکہ اسلام درحقیقت اپنے جوارح کو اللہ کی توحید کے ساتھ اطاعت شعار بنانے کا نام ہے۔'' ❹

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنِيبُوٓا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ ۝ ﴾ (الزمر: ٥٤)

''اور تم سب اپنے رب کی طرف رجوع کرو، اور اُسی کی اطاعت و بندگی میں لگے رہو، اس سے قبل کہ تم پر عذاب نازل ہو جائے، پھر کسی کی جانب سے تمہاری

---

❶ تفصیل دیکھئے: إغاثة اللهفان ٢/ ٢١٢-٢٢٥، الجواب الكافي، ص: ٣٠٧، ٣١٠.

❷ إغاثة اللهفان ٢/ ١٨٣. ❸ إغاثة اللهفان ٢/ ١٩٣.

❹ مختصر العقيدة الإسلاميه، ص: ٥٨.

مدد نہ کی جائے۔''

جو شخص اپنے رب کا پورے طور پر فرمانبردار ہوگیا، اور کامل اخلاص کے ساتھ اس کے اوامر ونواہی کو بجا لایا، اس نے مضبوط سہارے کو تھام لیا، اس آدمی کی مانند جو کسی اونچے پہاڑ پر چڑھنے کے لئے اس سے لٹکتے ہوئے مضبوط ترین سہارے کو تھام کر اس کی بلندی پر پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ط ﴾ (لقمان : ۲۲)

''اور جس نے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، درآنحالیکہ وہ نیکوکار ہو، تو اس نے مضبوط سہارا تھام لیا۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ '' اَلْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ''یعنی مضبوط سہارے سے مراد کلمہ توحید '' لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ '' ہے۔ ❶

یاد رہے کہ جس طرح اللہ عزوجل کی فرمانبرداری واجبات سے ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استسلام انتہائی ضروری ہے، چنانچہ اللہ عزوجل نے اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ کوئی آدمی اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا، جب تک اپنے تمام اُمور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصل نہیں مان لیتا، اس لئے کہ آپ کا فیصلہ وہ ربانی فیصلہ ہے، جس کے برحق ہونے کا دل میں اعتقاد رکھنا اور عمل کے ذریعہ بھی اس پر ایمان رکھنے کا ثبوت فراہم کرنا ضروری ہے، اسی لئے اللہ نے اس کے بعد ذیل کی آیت کے آخر میں فرمایا؛ یہ ضروری ہے کہ لوگوں کا ظاہر و باطن اسے تسلیم کر لے، اور اس کی حقانیت کے بارے میں دل کے کسی گوشے میں شبہ باقی نہ رہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ملاحظہ ہو:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ

❶ تفسیر طبری ۲۱۹/۱۰

﴿ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴾

(النسآء: ٦٥)

''پس آپ کے رب کی قسم! وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک آپ کو اپنے اختلافی اُمور میں اپنا فیصل نہ تسلیم کرلیں، پھر آپ کے فیصلہ کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تکلیف محسوس نہ کریں، اور پورے طور سے اسے مان لیں۔''

اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کے سلسلہ میں وہ حدیث ملاحظہ ہو جسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں (برقم: ۴۵۸۵) از عروہ بن زبیر روایت کیا ہے کہ؛'' سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ کا حرّہ کے پانی کے بہاؤ کے بارے میں ایک انصاری سے اختلاف ہوگیا اور معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا، تو آپ نے کہا کہ اے زبیر! زمین سیراب ہوجانے کے بعد اپنے پڑوسی کی طرف پانی کھول دو، تو انصاری نے کہا؛ یارسول اللہ! کیا آپ نے ایسا فیصلہ اس لئے کیا ہے کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں؟ اس پر آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، اور کہا کہ اے زبیر! زمین کو سیراب کرو اور پانی کو روک رکھو، یہاں تک کہ پانی تمہاری زمین کی دیوار سے لگ جائے، اس کے بعد اپنے پڑوسی کی طرف کھول دو، جب انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کردیا تو آپ نے زبیر کو صراحت کے ساتھ ان کا پورا حق دیا، حالانکہ پہلے آپ نے دونوں کو ایک ایسا مشورہ دیا تھا جس میں انصاری کی رعایت کی گئی تھی، بعد میں زبیر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں سمجھتا ہوں یہ آیات اسی واقعہ سے متعلق نازل ہوئی تھیں۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((أَقْسَمَ سُبْحَانَهُ بِنَفْسِهِ عَلٰی نَفْیِ الْإِیْمَانِ عَنِ الْعِبَادِ حَتّٰی یُحَكِّمُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ كُلِّ مَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ.)) [1]

---

[1] أعلام الموقعین ١/ ٥١.

''اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر کہا ہے کہ کوئی آدمی اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا، جب تک آپ کو اپنے اختلافی اُمور میں اپنا فیصل نہ مان لے۔''

ڈاکٹر عبدالحلیم محمود رحمہ اللہ فرماتے ہیں؛

((وَالتَّحكِيمُ إِذَا كَانَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ حَالَ حَيَاتِهِ فَإِنَّهُ بِسُنَّتِهِ وَتَعَالِيمِهِ بَعْدَ انْتِقَالِهِ إِلَى الرَّفِيقِ الْاَعْلىٰ.)) ❶

''آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی حیاتِ مبارکہ میں حاکم تھے، اور آپ کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی تعلیمات کو بطورِ فیصل ماننا ہوگا۔''

پیارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور احادیث مبارکہ کی اہمیت کو ذہن نشین کرنے کے لئے بعض علماء و اسلاف کے اقوال ملاحظہ فرمالیں:

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ المتوفی ۶۰۶ ھ کا قول:

امام فخر الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:''اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ کوئی شخص مومن ہو ہی نہیں سکتا، جب تک کہ اس کے اندر مندرجہ ذیل شرطیں نہ پائی جائیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے راضی ہونا۔

(۲) دل میں اس بات کا یقین رکھنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہی برحق ہے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو قبول کرنے میں ذرا سا بھی تردد سے کام نہ لینا۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صحیح حدیث اس آیت کے ضمن میں آتی ہے، اور ہر وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے، اس پر واجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صحیح حدیث کو قبول کرے، اور مذہبی تعصب کی وجہ سے کسی حدیث کو ردّ نہ کرے، ورنہ اس آیت میں مذکور وعید اس کو بھی شامل ہوگی۔ ❷

---

❶ دلائل النبوة ومعجزات الرسول صلى الله عليه وسلم، ص: ٢٦٤.

❷ تفسير كبير ١٠/١٦٤

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ المتوفی ۶۶۱ ھ کا قول:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ'' قرآن وسنت اور اجماع کے ذریعہ یہ بات ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اللہ نے بندوں پر اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کو فرض کیا ہے، اوامر ونواہی میں اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اس اُمت پر کسی کی اطاعت کو فرض نہیں کیا ہے، اسی لیے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں جب تک اللہ کی اطاعت کروں، تم لوگ میری اطاعت کرو، اور اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تم لوگ میری اطاعت نہ کرو، تمام علمائے اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی معصوم نہیں، اسی لئے بہت سے ائمہ کرام نے کہا ہے کہ ہر آدمی کی کوئی بات لی جائے گی اور کوئی چھوڑ دی جائے گی سوائے رسول اللہ ﷺ کے، اور یہی وجہ تھی کہ فقہی مذاہب کے چاروں مشہور اماموں نے لوگوں کو ہر بات میں اپنی تقلید کرنے سے منع فرمایا تھا۔'' ❶

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ المتوفی ۶۹۱ ھ کا قول:

امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:'' تم بہتوں کو دیکھو گے کہ جب کوئی حدیث اس امام کے قول کے موافق ہوتی ہے جس کی وہ تقلید کرتا ہے، اور اس کے راوی کا عمل اس کے خلاف ہوتا ہے، تو وہ کہتا ہے کہ دلیل راوی کی روایت ہے، اس کا عمل نہیں، اور جب راوی کا عمل اس کے امام کے قول کے موافق ہوتا ہے، اور حدیث اس کے مخالف ہوتی ہے، تو وہ کہتا ہے کہ راوی نے اپنی روایت کی مخالفت اس لئے کی ہے کہ یہ حدیث اس کے نزدیک منسوخ ہوگئی ہے، ورنہ اس کی یہ مخالفت اس کی عدالت کو ساقط کر دیتی، اس طرح وہ لوگ اپنے کلام میں ایک ہی جگہ اور ایک ہی باب میں بدترین تناقض کے مرتکب ہوتے ہیں، لیکن ہمارا ایمان یہ ہے کہ صحیح حدیث آ جانے کے بعد اُمت کے لئے اسے چھوڑنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔'' ❷

---

❶ مأخوذ از تیسیر الرحمان، ص: ۲۷۲، ۲۷۳.

❷ أعلام المؤقعین

(۷) قبول کرنا:

توحید کی شروط میں سے آخری شرط قبول کرنا ہے۔ یعنی کلمہ توحید ''لا الہ الا اللہ'' کے مفاہیم کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ اسے قبول کرلیا جائے، اور تکبر، حسد اور کینہ کی بناء پر یا تساہل سے کسی بھی قسم کی عبادت کو ردّ نہ کیا جائے وگرنہ قبول کی شرط مفقود ہو جائے گی۔ ❶

اور توحید ناقص ہوگی، اللہ تعالیٰ نے کفار کی یہی خرابی بیان کی ہے:

﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ o وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ o ﴾ (الصّٰفّٰت: ۳۵)

''اُن سے جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو کبر وغرور کا اظہار کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ کیا ہم ایک مجنون شاعر کی باتوں میں آ کر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔''

اور اس کے برعکس توحید کے مفاہیم کو سمجھ کر صرف اسی کی عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے جنت کی خوشخبریاں بھی موجود ہیں، اور ان کا اللہ انہیں بے شمار نعمتوں سے نوازنے کا وعدہ فرماتا ہے۔

﴿ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ o اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ o فَوَاكِهُ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ o فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ o ﴾ (الصّٰفّٰت: ۴۰-۴۳)

''مگر اللہ کے برگزیدہ بندوں کے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی روزی مقرر ہے۔ انواع واقسام کے پھل، درآنحالیکہ وہ معزز ومکرم ہوں گے۔''

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَبِلَ مِنِّيْ الْكَلِمَةَ الَّتِيْ عَرَضْتُهَا عَلَى عَمِّيْ فَرَدَّهَا عَلَيَّ، فَهِيَ لَهُ نَجَاةٌ.)) ❷

---

❶ مختصر العقيدة الإسلاميه، ص: ۵۸.

❷ شعیب الأرناؤوط نے اسے شواہد کی بناء پر صحیح کہا ہے۔ مسند أحمد ۱/۶ برقم: ۲۰، تاریخ بغداد ۱/۲۷۲، کشف الأستار عن زوائد البزار ۱/۹، مسند أبي یعلی ۱/۲۱، رقم: ۶۴۰، کنز العمال، رقم: ۱۶۴.

”جس نے مجھ سے کلمہ (توحید) قبول کرلیا تو یہ کلمہ اس کی نجات کا ذریعہ بن جائے گا، اسی کلمہ کو میں نے اپنے چچا پر بھی پیش کیا تھا، لیکن اس نے اسے ردّ کر دیا تھا۔ (قبول نہیں کیا تھا)۔“

اس حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے کلمہ توحید کو قبول کرنے والے شخص کو نجات کی بشارت دی ہے۔